مشمولات

دین سے دور ہوتی جارہی نسلِ نو کو تعلیمات دین سے واقف کرانے کی خاطر

چند تجاویز اور منصوبے

امیر سنی دعوت اسلامی کے قلم سے

روز بروز دینی بے زاری و بے راہ روی کی لہر معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔زبان پر اگر دین کی باتیں کہیں ہیں بھی تو کردار وعمل سے اس کا اظہار بمشکل ہی نظر آتا ہے الا ماشاء اللہ۔آج ہماری قوم کے نونہالوں اور نوجوانوں کا عالم تو بہت خراب ہے۔آج ہماری نئی نسل اکثر وبیشتر انگریزی میڈیم اسکولوں میں پڑھ رہی ہے۔انگریزی میڈیم اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وہ قرآن و دینیات کی تعلیم سے اپنے آپ کو آراستہ کرسکیں اور پھر افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ ان کے والدین کو اس کی کوئی فکر بھی نہیں ہے الا ماشاءاللہ۔اللہ پاک انہیں اس کی توفیق دے کہ وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیمات سے آشنا کرا سکیں۔ آج حال یہ ہے کہ اگر یہ والدین اپنے بچوں کو کچھ وقت دیتے بھی ہیں تو وہ بھی برائے نام،زیادہ سے زیادہ نصف گھنٹہ۔کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والے دنوں میں مسلمان کا بچہ کلمہ طیبہ اور نماز وغیرہ دین کی بنیادی باتوں کی معلومات سے بھی محروم ہو جائے۔ہماری سوسائٹی کے مؤثر ترین اور سرمایہ دار طبقہ کے حالات تو اور بھی بے حد خراب ہیں۔شاید ہم نے اس طبقے اور ان کی اولاد کے حالات نہیں دیکھے ہیں۔سچی بات یہ ہے کہ دین سے دوری میں جہاں ان کی بے حد لاپروائی ہے وہیں دین کی دعوت دینے والوں کی بھی بہت سی کمزوریاں ہیں۔اس سلسلے میں بہت غور وفکر کرنے اور ایک جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔میری فہم ناقص میں اس حوالے سے چند تجاویز ہیں ،اگر ان تجاویز کو پیش نظر رکھا جائے اور ان کو عملی جامہ پہنایا جائے تو ان شاءاللہ بہت کچھ کام ہوسکتا ہے اور حالات بدل سکتے ہیں۔

ہمیں زمانہ قدیم کے طریقہ کار سے نکل کر جدید طرز تعلیم اختیار کرنا ہوگی اور مدرسین کے لیے کسی حد تک انگریزی سے واقفیت بھی ضروری ہوگی تاکہ اسکول اور کالج سے آنے والے طالب علم کو اگر کوئی بات سمجھانی پڑے تو اس میں آسانی ہو۔نصاب تعلیم اتنا بہترین، جامع اور پراثر ہو نیز کلاس روم ایسے صاف ستھرے اور جدید طرز سے آراستہ ہوں کہ ہم معاشرے کے اعلیٰ طبقے کے لوگوں کو مائل اور متاثر کرسکیں ورنہ موجودہ دینی اداروں کی خستہ حالی اور کمزور نظام کی وجہ سے ہم اونچے گھرانوں کے طلبہ کو متوجہ نہیں کرپائیں گے اور یہی حال ہمارے اِس مجوزہ انسٹی ٹیوٹ کا بھی ہوگا۔ہمیں ان کے لیے ہر اتوار کے دن تین گھنٹے کا کورس بنانا ہوگا اور اسے جدید نام سے لوگوں میں متعارف کرانا ہوگا جیسے

(۱) Diniyat Diploma Course۔یہ ڈپلوما کورس بارہ ہفتوں کے لیے ہو،اس کی تعلیم ہر اتوار کو تین گھنٹے مثلاً صبح ۱۰ سے ۱، بجے تک ہو اور اس کا Sylabus اس طرح ہو:

☆عقائد☆سیرت☆اخلاقیات☆مسائل☆تجوید☆عربی اسپیکنگ کورس

جدید سہولیات سے آراستہ اس انسٹی ٹیوٹ کے کلاس روم ائیر کنڈیشنڈ ہوں،معلمین ماہر ہوں،جن کا انداز تدریس اسکول اور کالج کے پروفیسروں جیسا ہو۔اس کے لیے معلمین کو محنت کرنی ہوگی۔انہیں پروفیسروں کے لیکچرز سننے ہوں گے اور خودغرضی سے بے نیاز ہوکر تحفظ اسلام اور فروغ سنیت کے لیے خوش نودیِ مولیٰ کی خاطر یہ کام کرنا ہوگا۔اس سے عزت دارین بھی حاصل ہوگی اور قلب کو اطمینان بھی اور خدمت دین بھی ہوگی۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب تک نوجوان نسل اور اعلیٰ گھرانوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر کام نہیں ہوگا ہم صحیح پیغام اسلام ان

تک نہیں پہنچاسکیں گے۔معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ہم نے معاشرے کے اس طبقے کو صحیح معنوں میں دین پیش ہی نہیں کیااور نہ ہی ان کی اولاد تک دینی تعلیم پہنچائی یہی وجہ ہے کہ روز بروز بعض گھرانے دین سے دوری اختیار کرتے جارہے ہیں۔اس کا ایک بڑا ہولناک نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ وہ دین کی باتوں کو اپنی عقل کی ترازو پر تولنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب انہیں دین کے احکام کی معنویت سمجھ میں نہیں آتی تو وہ شکوک وشبہات کا شکار ہوجاتے ہیں اور پھر وہ دھیرے دھیرے اِرتداد کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم اس وقت کفِ افسوس ملتے ہیں جب یہ نئی نسل ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ظاہر ہے کہ اب افسوس کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔میرے دوستو! طوفان آنے سے قبل ہی پیش بندی کرنی ہوتی ہے ورنہ نتائج بے حد خطرناک اور ہولناک ہوجاتے ہیں۔

میرا مشاہدہ ہے کہ لوگ دین کو سمجھنا چاہتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ دین سے دور ہی رہنا چاہتے ہوں بس ہمیں اپنے طریقہ کار میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔اگر آج کچھ مسلمانوں کی جانب سے دین کے حوالے سے کچھ شکوک وشبہات کا اظہار کیا جاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں کہ وہ دین کے دشمن ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ دین کے بارے میں صحیح واقفیت نہیں رکھتے۔آج بھی جب قرآن وحدیث کی روشنی میں کوئی بات کہی جائے تو وہ اس پر غور کرتے ہیں اور صحیح سمجھتے بھی ہیں لیکن عمل کرنا ضروری نہیں سمجھتے ۔عمل کرانے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں ماحول فراہم کیا جائے، انہیں سمجھایا جائے اور دینی تعلیمات پر عمل کے فوائد اور نہ کرنے کے برے نتائج سے واقف کرایا جائے۔حالاں کہ ایسا نہیں کہ سبھی لوگ ایسے ہیں بلکہ بہت سارے لوگ الحمدللہ آج بھی دین کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں ماحول ویسا ملا ہے۔ان تک مستند کتابیں اور مستند لیکچرس پہنچے ہیں۔

(۲) ہمارے نوجوان فارغ علما کو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق انداز گفتگو اور طرز معاشرت اختیار کرنا ہوگا اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور قرآن وحدیث سے اپنا رابطہ مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہوگا نیز مطالعہ وسیع سے وسیع تر کرنا ہوگا۔خاص طور پر کتب تفاسیر، احادیث، سیرت، تاریخ اسلام وغیرہ اور عالمی حالات سے واقفیت بھی بے پناہ ضروری ہوگی۔دین کی اشاعت کے لیے عربی وانگریزی زبانوں پر مہارت حاصل کرنی ہوگی۔اگر ہوسکے تو کچھ نوجوان علما علاقائی ومقامی زبانوں پر بھی دسترس حاصل کرلیں تو یہ دین کے پیغام کی ترسیل میں نہایت معاون ثابت ہوگا۔اس کے بڑے اچھے اثرات آپ خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

پھر ایک مرتبہ عرض کردوں کہ بے غرضی اور اخلاص وللّٰہیت شرط ہے۔آقائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کار کو اپنے پیش نظر رکھنا ہوگا۔ہمیں ہمیشہ اپنے ذہن میں یہ رکھنا ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دین کی دعوت کے دوران اپنی قوم سے کہنا پڑا تھا کہ قُل لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا ۔اور مولیٰ تعالیٰ نے جو اجر دیا اس سے تعلیم یافتہ ناواقف نہیں ہیں۔اللہ پاک کا وعدہ حق ہے: اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔رب پر کامل بھروسہ کرنے کے ساتھ تھوڑی سی محنت کرنی ہوگی، ان شاء اللہ کرم ہی کرم ہوگا۔

(۳) دور حاضر کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر دارالعلوم میں طلبہ کو ختم نبوت سے متعلق دلائل وبراہین نیز اعتراضات وجوابات کے لیے تیار کرنا ہوگا اس لیے کہ مستقبل کا سب سے بڑا خطرہ اسی عقیدے پر ضرب کاری کا ہے۔اللہ پاک محفوظ رکھے۔

میں نے عجلت میں یہ باتیں عرض کردی ہیں۔اگر مناسب مشورہ ہو تو سبحان اللہ ورنہ آپ کو اختیار ہے کہ کمی بیشی کے ساتھ آپ اس پر عمل کرسکتے ہیں۔اگر اس سلسلے میں آپ کی قیمتی آرا اور تجاویز ہوں تو آپ ہمیں آگاہ کرسکتے ہیں۔

●●

قرآن کریم کا ایک معجزہ یہ بھی

یہ جاننا حیرت سے خالی نہ ہوگا کہ قرآن کریم کی صداقت کو ریاضی کے کسی فارمولے سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے

از: پروفیسر گیری ملر

یہ جاننا حیرت سے خالی نہ ہوگا کہ قرآن کریم کی صداقت کو ریاضی کے کسی فارمولے (Rule of Probability) سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ میں پہلے اس کی وضاحت کے لیے ایک مثال دیتا ہوں۔ اگر ایک شخص کے پاس کسی سوال کے جواب میں دو آپشن ہیں اور وہ اپنے اندازے سے کسی ایک کو اختیار کرتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ ہر دو بار میں ایک مرتبہ درست ہو کیوں کہ اس کے پاس دو احتمالات میں ایک قطعی طور پر درست ہوگا۔ جیسے جیسے مسائل کی کثرت ہوتی جائے گی اندازے کی اصابت اور درستی کا احتمال کم سے کم ہوتا جائے گا۔ اب ہم اس مثال کو قرآن کریم پر آزماتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں ان تمام موضوعات کی تعداد شمار کرنا ہوگی جن پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن حکیم نے اپنی کسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ واضح رہے کہ ان موضوعات پر قرآن کریم میں مذکور بیانات کی صحت کا احتمال، ریاضی کے سابق الذکر اصول کی روشنی میں بے حد کم ہے۔ بلکہ قرآن حکیم میں مذکور موضوعات کی تعداد اس قدر زیادہ اور متنوع ہے کہ عملی طور پر اس قاعدے کی روشنی میں ان کی صحت کا احتمال صفر سے کم بچتا ہے۔ اب اگر قرآن حکیم کے سامنے لاکھوں احتمالات غلطی کے ہیں اور وہ مسلسل درست اندازہ دیے جا رہا ہے تو اس کا سیدھا نتیجہ یہی ممکن ہے کہ اس کتاب کے ''مؤلف'' نے اس کی تیاری میں ظن وتخمین کے بجائے قطعی حقائق سے استفادہ کیا ہے۔ میں مثالیں دوں گا، ان شاء اللہ ان کی روشنی میں ثابت ہو جائے گا کہ قرآن حکیم اپنے درست بیانات کے ذریعے کس طرح ممکنہ غلط احتمالات کی تردید کرتا آیا ہے۔

قرآن کریم نے سورج اور خلا میں اس کی حرکاتی کیفیت کے متعلق بھی تبصرہ کیا ہے۔ یہاں پھر ہمارے سامنے دو آپشن آ جاتے ہیں، اول: سورج ہوا میں پھینکے گئے پتھر کے مانند حرکت کرتا ہے۔ دوم: سورج کی حرکت اس کی اپنی ہوتی ہے۔ قرآن دوسرے احتمال کا ذکر کرتا ہے، قرآن حکیم کی رو سے سورج اپنی ذاتی حرکت کی رو سے چلتا ہے۔ قرآن کریم نے خلا میں سورج کی حرکت کو سبح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے:

لَا الشَّمْسُ یَنۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ (سورۂ یٰسین)

ترجمہ: نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

عربی زبان میں سبح کے معنی تیرنے کے ہیں لیکن اس میں باعتبارِ تضمن یہ شامل ہے کہ تیرنے والا اپنی کوشش وقوت استعمال کر کے تیر رہا ہو۔ کیوں کہ بے جان تنکے کی طرح پانی میں تیرتے رہنے کے لیے عربی زبان میں طفا یطفو اطفوا، کا فعل آتا ہے جو کہ یہاں نہیں استعمال کیا گیا۔ قرآن کریم نے سورج کی خلائی حرکت کے لیے سبح کا لفظ استعمال کر کے آشکارا کیا ہے کہ فضا میں سورج کی حرکت بے ضبط وقید نہیں ہے۔ وہ کسی پھینکی ہوئی چیز سے مشابہ نہیں بلکہ وہ اپنی حرکت اور اپنے سفر میں خود بھی گھوم رہا ہے۔

۱۹۸۰ء کے اواخر میں سات ماہرین فلکیات پر مبنی ایک تحقیقی ٹیم نے طویل فلکیاتی مطالعات کے بعد ایک عجیب وغریب انکشاف کیا۔ (اس ٹیم کی سربراہی ماؤنٹ ولسن رصد گاہ کے ایلن ڈریسلر، بک رصد گاہ کی سینڈرا فیبر اور کیمبرج یونیورسٹی کے ڈونالنڈ لنڈن بیل کر رہے تھے۔) ان ماہرین نے دریافت کیا کہ ملکی وے کہکشاں اور اس کی پڑوسی اینڈرومیڈا کہکشاں، چالیس کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے مقامی گروہ (لوکل گروپ) کے مرکز کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ (لوکل گروپ سے مراد لگ بھگ بیس کہکشاؤں پر مشتمل ایک چھوٹا سا کہکشانی جھرمٹ ہے ہماری کہکشاں یا ملکی وے، اسی جھرمٹ میں شامل ہے) دوسری دریافت انہوں نے یہ کی کہ لوکل گروپ اور سنبلہ نامی کہکشاں جھرمٹ (جیسے اس تناظر میں لوکل گروپ کا پڑوسی کہنا زیادہ صحیح ہوگا) تقریباً 600 کلومیٹر فی سیکنڈ کی فتار سے ہائیڈرا سینڈراس (Hydra

(Centaurus) نامی ایک بہت بڑے کہکشانی جھرمٹ (سپر کلسٹر) کی طرف حرکت کررہے ہیں۔جب کہ ہائیڈ اسیٹارس خود بھی اسی سمت میں اسی رفتار سے حرکت کررہا ہے کہ جس سمت میں ورگو کہکشانی جھرمٹ جارہا ہے۔

اسے ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ لوکل گروپ، ورگو اور ہائیڈراسیٹارس، تینوں کے تینوں ایک یکجا وجود (Single Entity) کی حیثیت سے ۶۰۰ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے ایک سمت بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ماہرین کا خیال ہے کہ اُس سمت میں کوئی نادیدہ شے ہے جو انہیں کسی عظیم کشش گر کی طرف انہیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ظاہر ہے کہ اس مجموعے میں ہماری ملکی وے کہکشاں بھی شامل ہے، اور ہمارا سورج اسی کہکشاں کا ایک ستارہ ہے لہٰذا وہ بھی ساتھ ساتھ حرکت کررہا ہے۔

یہ تو قرآنی بیان ہے لیکن ذرا سوچیے کیا اس چیز کا جان لینا آسان بات ہے؟ کیا کوئی عام آدمی بتا سکتا ہے کہ سورج اپنی حرکت کے دوران میں خود بھی گردش کرتا ہے؟ صرف عصرِ حاضر میں اس بات کا امکان پیدا ہوسکا ہے کہ ہم بینائی کھو دینے کا خطرہ مول لیے بغیر سورج کا بہ غور مطالعہ کرسکیں اور اس کی تصویریں اتار سکیں۔ان تصاویر کے ذریعے پہلی بار ہمارے علم میں یہ بات آسکی ہے کہ سورج کی ظاہری پرت پر تین دھبے ہیں جو روزانہ پچیس بار گھومتے ہیں۔دھبوں کی اس حرکت نے تاریخ میں پہلی بار قطعی طور سے ثابت کردیا کہ سورج محور پر گھومتا رہتا ہے۔اس طرح قرآن حکیم کے ایک اور کائناتی بیان کی تصدیق، جواب سے چودہ صدیوں قبل دیا گیا تھا، ناقابل تردید بنیادوں پر ہوگئی۔

اگر ہم آج سے چودہ سو سال پہلے کی دنیا میں لوٹ جائیں تو ہم پائیں گے کہ اس وقت کے ترقی یافتہ متمدن معاشروں کو بھی مناطق زمنیہ یا بالفاظ دیگر ٹائم زون کے متعلق کچھ خبر نہ تھی لیکن قرآن کریم اس ضمن میں جو اظہار خیال کرتا ہے وہ انتہائی حد تک حیرت انگیز ہے۔یہ تصور کہ ایک خاندان کے بعض افراد کسی ملک میں صبح کا ناشتہ تناول فرما رہے ہوں، دریں اثنا اسی خاندان کے بعض دوسرے افراد کسی دوسرے ملک میں ڈنر ٹیبل پر تشریف رکھتے ہوں، اپنے آپ میں بڑا تعجب خیز ہے اور آج بھی اس کو عجوبہ سمجھنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ چودہ سو سال پہلے کا انسان اپنے کمزور وسائل سفر کے باعث اس قابل نہیں ہوسکا تھا کہ عام حالات میں وہ ایک دن میں تیس میل سے زیادہ مسافت طے کرسکے۔مثال کے طور پر صرف ہندستان سے مراکش کا سفر کئی مہینوں میں ہوتا تھا اور گمان غالب یہی ہے کہ مراکش میں موجود ہندستانی مسافر دوپہر کا کھانا تناول کرتے ہوئے یہی خیال کرتے ہوں گے کہ ہندستان میں ان کے اہل خانہ بھی اس وقت دوپہر کا کھانا کھا رہے ہیں۔

قرآن حکیم چوں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس کا علم مطلق ہے اور جس سے کائنات کی کوئی حقیقت پوشیدہ نہیں، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم جب قیامت کی بات کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ قیامت کا معاملہ پلک جھپکتے واقع ہوگا:

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ ۔(سورۃ النحل) اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جس میں آدمی کی پلک جھپک جائے بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔

تو وہ کہتا ہے کہ یہ قیامت بعض لوگوں کو دن میں آلے گی اور بعضوں کو رات میں آدبوچے گی:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰىٓ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتاً وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ. اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰىٓ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ. اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ۔(سورۃ الاعراف:۹۷۔۹۹)

ترجمہ: کیا بستیوں کے لوگ اس سے بےخوف ہوگئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی اچانک ان پر رات کے وقت نہ آجائے جب وہ سوتے پڑے ہوں؟ یا انھیں اطمینان ہوگیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی یکا یک ان پر دن کے وقت نہ پڑے گا جب کہ وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بےخوف ہیں؟ اللہ کی تدبیر سے وہی قوم بےخوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔

ان آیات سے پتا چلتا ہے کہ وقت کے مختلف مناطق کا علم کائنات کے خالق کے کلام میں موجود ہے، جب کہ یہ معلومات چودہ صدیوں پہلے کسی کے حیطۂ خیال میں نہیں تھیں۔ٹائم زون کی آفاقی سچائی، قدیم انسان کی نظروں سے اوجھل اور اس کے تجربات کے دائرے سے خارج تھی اور تنہا یہ حقیقت قرآن کو منزل من اللہ ثابت

کرنے کے لیے کافی ہے۔

گزشتہ مثالوں کی روشنی میں اگر آپ متبادل احتمالات کا فارمولا استعمال کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ہر مثال کے ذریعے قرآن کی صداقت کچھ اور واضح ہوگئی ہے۔ اور بھی ایسی سیکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ان کے ساتھ صحیح احتمالات کی فہرست بھی طویل ہوتی جائے گی۔ ہم ان تمام قرآنی موضوعات سے سردست نہ تعرض کرتے ہوئے صرف یہ عرض کریں گے کہ یہ احتمال کہ (آقائے کریم حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے بظاہر کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی، انھوں نے بے شمار موضوعات پر بالکل درست اندازے لگائے اور اپنے کسی بھی اندازے میں ان سے غلطی کا ارتکاب نہ ہوا، بذات خود اس احتمال کی صحت کا تناسب اس درجے کم ہے کہ عقل سلیم کا حامل کوئی اسلام کا بدترین دشمن بھی اس کو نہ مانے گا۔ لیکن قرآن حکیم اس احتمال کے چیلنج کو بھی بڑے معقول انداز میں ختم کر دیتا ہے۔

یہاں میں ایک مثال پر اپنی بات ختم کروں گا۔ اگر کوئی اجنبی شخص آپ کے علم کی حد تک پہلی بار آپ کے ملک میں داخل ہوتا ہے اور آپ سے کہتا ہے: میں تمہارے والد کو جانتا ہوں، میں پہلے ان سے مل چکا ہوں تو یقیناً آپ اس نووارد کے بیان پر شک کریں گے اور آپ کا سوال ہوگا: تم یہاں ابھی پہلی بار آئے ہو، تمھیں میرے والد سے تعارف کیسے ہوگیا؟ آپ اس سے متعلق چند باتیں بھی دریافت کریں گے مثلاً میرے والد کا قد کیسا ہے؟ یا وہ کس رنگ کے ہیں؟ اگر اس نووارد نے ان تمام سوالات کے صحیح جوابات دے دیے تو آپ مطمئن ہو جائیں گے آپ کہیں گے: مجھے یقین ہے کہ تم میرے والد کو جانتے ہو وغیرہ البتہ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے انہیں کیسے جانا؟ قرآن حکیم کا اپنے مخاطبوں کے ساتھ بھی کچھ یہی معاملہ ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خالقِ ارض وسما کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ سارے انسانوں کا حق ہے کہ وہ اپنے طور پر سوالات اور مباحثوں کے ذریعے اس کی صداقت کے بارے میں اپنا اطمینان کرلیں، اگر یہ خالق کونین کا کلام ہے تب یہ فلاں فلاں چیز کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوگا وغیرہ۔ اس ضمن میں یقینی بات یہ ہے کہ جو بھی خود سے قرآن میں بحث وتحقیق کرے گا وہ خود ہی حقیقت کا ادراک کرلے گا۔ ہم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن حکیم ایک ایسا خزانہ ہے جو رہتی دنیا تک کو اپنے بیش بہا لعل وجواہر سے نوازتا رہے گا اور جو انسان جتنا اس کی گہرائی میں غواصی کرے گا اتنے ہی قیمتی موتی اس کی جھولی میں آتے جائیں گے۔ چنانچہ ہر صاحبِ عقل انسان پر لازم ہے کہ زندگی کے ہر مرحلے میں وہ اس کتابِ ہدایت سے مستنیر ہوتا رہے۔

ٹورنٹو یونیورسٹی کے ایک فاضل انجینئر کو علم نفسیات میں گہری دلچسپی تھی اور اس سلسلے میں انھوں نے کافی کچھ مطالعہ بھی کیا تھا۔ انجینئر موصوف نے مصاحبین کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر ''اجتماعی مباحثوں کی قوتِ تاثیر'' (Efficiency of Group Discussions) کے موضوع پر ریسرچ کیا ہے۔ اس ریسرچ کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ مجموعے کی وہ کیا تعداد ہوتی ہے جو بحث و مُناقشہ میں زیادہ سودمند ثابت ہوسکتی ہے۔ اس ریسرچ کے جو نتائج سامنے آئے ہیں وہ کافی چونکا دینے والے ہیں۔ اس ریسرچ کی رو سے کسی بھی قسم کے مباحثے یا مناقشے کے لیے موزوں ترین تعداد دو افراد کی ہوتی ہے۔ کسی کو بھی اس ریسرچ سے ایسے نتیجے کی توقع نہیں تھی لیکن اسی نصیحت کو قرآن کریم نے بہت پہلے دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا:

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُکُمۡ بِوَاحِدَۃٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ مَثۡنٰی وَ فُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوۡا ۟ مَا بِصَاحِبِکُمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ لَّکُمۡ بَیۡنَ یَدَیۡ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ۔ (سورۂ سبا: آیت ۴۶)

ترجمہ: اے نبی! ان سے کہو کہ میں تم کو بس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کے لیے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو، تمہارے صاحب میں آخر ایسی کون سی بات ہے جو جنون کی ہے؟ وہ تو ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے تم کو متنبہ کرنے والا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن حکیم کی سورۃ الفجر میں ایک شہر کا نام ارم آیا ہے:

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۪ۙ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۪ۙ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُہَا فِی الۡبِلَادِ۔ (سورۃ الفجر، آیت: ۶۔۸)

ترجمہ: تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عادِ ارم کے ساتھ، جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی۔

قدیم تاریخ میں یہ شہر غیر معروف تھا بلکہ مورخین کے حلقوں میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا تھا۔ (بقیہ ص ۲۰ پر)

●●

انوار سیرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چالیس اصول

دنیا بھر میں آج کامیاب زندگی کے جو بہترین اصول پڑھائے جا رہے ہیں وہ میرے نبی کی حیات طیبہ کا نچوڑ ہیں

از: جاوید چودھری

میں نے برسوں پہلے انگریزی کی کسی طبی کتاب میں بہترین زندگی کے چالیس بہترین اصول پڑھے تھے۔ میں نے وہ صفحات کاپی کر کے اپنے پاس رکھ لیے۔ میں گاہے بگاہے یہ صفحات نکال کر پڑھتا رہتا تھا میں ان اصولوں پر عمل کی کوشش بھی کرتا تھا میں نے دس سال قبل تفاسیر اور احادیث کا مطالعہ شروع کیا تو پتہ چلا یہ چالیس اصول دنیا کے کسی طبی ادارے یا یورپ اور امریکا کے کسی سیلف ہیلپ انسٹی ٹیوٹ نے ڈویلپ نہیں کیے بلکہ یہ تمام اصول ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا نچوڑ ہیں۔ یہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیے گئے ہیں۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی اپنے اصحاب کو ان اصولوں کی ٹریننگ دی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کرام بہترین زندگی کے ان چالیس بہترین اصولوں کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ میں نے اس دن سے ان اصولوں پر عبادت کی طرح عمل شروع کر دیا گو میں ابھی تک ان پر مکمل عملدرآمد نہیں کر سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توفیق میں ضرور اضافہ کرے گا اور میں کسی نہ کسی دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وضع کردہ ان اصولوں پر عمل میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ یہ چالیس اصول کیا ہیں آپ وہ اصول اور ان اصولوں کی جدید سائنسی توجیہات ملاحظہ کیجیے۔ مجھ سے اگر تشریح میں کوئی غلطی ہو جائے تو مجھے معاف کر دیجیے گا میرے لیے دعا بھی فرمایئے گا۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فجر اور اشراق عصر اور مغرب اور مغرب اور عشا کے دوران سونے سے باز رہا کرو۔** اس فرمان میں بے شمار طبی حکمتیں پوشدہ ہیں مثلاً آج میڈیکل سائنس نے انکشاف کیا کہ کرۂ ارض پر فجر اور اشراق کے دوران آکسیجن کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ہم اگر اس وقت سو جائیں تو ہم اس آکسیجن سے محروم ہو جاتے ہیں اور یوں ہماری طبیعت میں بوجھل پن آ جاتا ہے۔ ہم آہستہ آہستہ چڑچڑے اور بیزار ہو جاتے ہیں۔ عصر سے مغرب اور مغرب سے عشا کے درمیان بھی آکسیجن کم سے کم تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہم اگر اس وقت بھی سو جائیں تو ہمارا جسم آکسیجن کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے اور ہم دس مہلک بیمایوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، دمہ بھی ان دس بیماریوں میں شامل ہے۔ چنانچہ آپ یہ اوقات جاگ کر گزاریں آپ پوری زندگی صحت مند رہیں گے۔ میرا تجربہ ہے ہم اگر ان تین اوقات میں چہل قدمی کریں تو ہماری طبیعت میں بشاشت آ جاتی ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **بدبودار اور گندے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔** یہ حکم بھی حکمت سے لبالب ہے بدبو انسان کو ڈپریس کرتی ہے جب کہ خوشبو ہماری توانائی میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ انسان اگر روزانہ دس منٹ بدبودار اور گندے لوگوں میں بیٹھنا شروع کر دے تو یہ بیس دنوں میں ڈپریشن کا شکار ہو جائے گا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شاید اسی لیے بدبودار لوگوں سے پرہیز کا حکم دیا۔ آپ بھی یہ کر کے دیکھیں۔ آپ کا مزاج بدل جائے گا۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان لوگوں کے درمیان نہ سوئیں جو سونے سے قبل بری باتیں کرتے ہیں۔** یہ فرمان بھی حکمت کے عین مطابق ہے۔ آج سائنس نے ڈسکور کیا کہ نیند سے قبل ہماری آخری گفتگو ہمارے خوابوں کا موضوع ہوتی ہے اور یہ خواب ہمارے اگلے دن کا موڈ طے کرتے ہیں۔ ہم اگر برا سن کر سوئیں گے تو ہم برے خواب دیکھیں گے اور ہمارے برے خواب ہمارے آنے والے دن کا موڈ بن جائیں گے۔ ہم خوابوں کے طے کردہ موڈ کے مطابق دن گزارتے ہیں چنانچہ نیند سے قبل ہماری آخری محفل اچھی ہونی چاہیے۔ ہمارا اگلا دن اچھا گزرے گا۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: **تم بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ۔** یہ

فرمان بھی عین سائنسی ہے۔ ہمارے دماغ کے دو حصے ہیں۔ دایاں اور بایاں۔ دایاں حصہ مثبت اور بایاں منفی ہوتا ہے۔ ہم جب اپنے جسم کو دائیں ہاتھ سے فیڈ کرتے ہیں تو ہماری مثبت سوچ مضبوط ہوتی ہے اور ہم جب اپنے بدن کو بائیں ہاتھ سے کھلاتے ہیں تو ہماری منفی سوچ طاقتور ہوتی چلی جاتی ہے۔ آپ مشاہدہ کرلیں آپ کو بائیں ہاتھ سے کھانے والے اکثر منفی سوچ والے ملیں گے۔ یہ آپ کو ہمیشہ شکوہ شکایت غیبت اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے نظر آئیں گے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **منہ سے کھانا نکال کر نہ کھاؤ۔** یہ فرمان بھی سائنس سے درست ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے منہ میں دس کروڑ سے ایک ارب تک بیکٹیریا ہوتے ہیں۔ یہ بیکٹیریا مہلک جراثیم بن جاتے ہیں۔ یہ جراثیم ہمارے کھانے میں مل جاتے ہیں۔ یہ کھانا معدے میں جاتا ہے تو معدے کے غدود اُن جراثیم کو مار دیتے ہیں یوں یہ ختم ہو جاتے ہیں لیکن جب ہم جراثیم ملے کھانے کو منہ سے نکال لیتے ہیں تو ان جراثیم کو آکسیجن مل جاتی ہے۔ یہ آکسیجن سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ان جراثیم کی تعداد کھربوں تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ جراثیم معدے کے غدودوں سے بھی طاقتور ہوتے ہیں۔ ہم جب منہ سے نکلے لقمے کو دوبارہ منہ میں رکھتے ہیں تو یہ لقمہ معدے میں پہنچ کر زہر بن جاتا ہے اور یہ زہر ہمارے پورے نظام ہضم کو تباہ کر دیتا ہے۔ آپ کو زندگی میں کبھی کوئی ایسا شخص صحت مند نہیں ملے گا جسے منہ سے لقمہ نکال کر کھانے کی عادت ہو جب کہ آپ کو ہونٹ بھینچ کر اور آواز پیدا کیے بغیر کھانے والے لوگ ہمیشہ صحت مند ملیں گے۔

(۶) ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ہاتھ کے کڑاکے نہ نکالا کرو۔** سائنس کا کہنا ہے ہم میں سے جو لوگ انگلیوں کے کڑاکے نکالتے رہتے ہیں ان کے جوڑ کھلنا شروع ہو جاتے ہیں اور یہ جلد آرتھرائٹس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ جوڑوں کے درد کی شکایت بھی کرتے ہیں۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **جوتا پہننے سے قبل اسے جھاڑ لیا کرو۔** ہماری زندگی کے عام واقعات میں کیڑے مکوڑے، بچھو، چھپکلیاں، چھوٹے سانپ اور بھڑیں ہمارے جوتوں میں پناہ لے لیتی ہیں۔ ہمارے بچے بھی جوتوں میں کیل کانٹے اور بلیڈ پھینک دیتے ہیں چنانچہ ہم جب جوتا پہنتے ہیں تو ہمارے پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں یا پھر ہمیں کیڑے مکوڑے کاٹ لیتے ہیں لہٰذا جوتا پہننے سے قبل اسے جھاڑ لینا ہمیشہ فائدہ مند رہتا ہے۔

(۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **نماز کے دوران آسمان کی طرف نہ دیکھو۔** یہ فرمان بھی درست ہے آسمان میں ایک وسعت ہے یہ وسعت ہمیشہ ہماری توجہ کھینچ لیتی ہے۔ ہم جب بھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں ہماری توجہ بٹ جاتی ہے۔ ہمیں توجہ واپس لانے میں ٹھیک ٹھاک وقت لگتا ہے۔ نماز کے لیے یکسوئی درکار ہوتی ہے ہم جب نماز کے دوران آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہم سجدے اور رکوع بھول جاتے ہیں چنانچہ حکم دیا گیا نماز کے دوران آسمان کی طرف نہ دیکھو۔ یہ فارمولہ تخلیقی کاموں کے لیے بھی اہم ہے۔ اگر لکھاری لکھتے، مصور تصویر بناتے اور موسیقار دھن بناتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ لے تو اس کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے یہ اپنا کام مکمل نہیں کر پاتا شاید یہی وجہ ہے کہ دنیا کا زیادہ تر تخلیقی کام بند کمروں میں مکمل ہوا۔ یہ کھلی فضا میں پروان نہیں چڑھا۔ بیتھوون کی سمفنیاں ہوں ڈاونچی کا لاسٹ سپر ہو یا پھر ٹالسٹائی کا وار اینڈ پیس دنیا کا ہر ماسٹر پیس بند کمرے میں تخلیق ہوا۔ آپ تخلیق کا آئیڈیا لینا چاہتے ہیں تو آپ کھلے آسمان کے نیچے کھلی فضا میں واک کریں آپ آئیڈیاز سے مالا مال ہو جائیں گے لیکن آپ اگر ان آئیڈیاز پر کام کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کمرے میں بند ہو جائیں، آپ کمال کر دیں گے۔ آپ کو انبیاء، اولیا اور بزرگانِ دین بھی بند غاروں میں مراقبے کرتے ملیں گے یہاں تک کہ گوتم بودھ کو نروان بھی ایک ایسے درخت کے نیچے ملا تھا جس سے آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا وہ درخت اتنا گھنا تھا کہ وہ بارش تک روک لیتا تھا۔

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **رفع حاجت کی جگہ (ٹوائلٹ میں) مت تھوکو۔** یہ حکم اپنے اندر دو حکمتیں رکھتا ہے۔ ٹوائلٹ میں تھوکنے سے بعد میں آنے والوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور دوسرا ٹوائلٹس میں لاکھوں قسم کے جراثیم بھی ہوتے ہیں۔ ہم جب تھوکنے کے لیے منہ کھولتے ہیں تو یہ جراثیم ہمارے منہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ہمارے لعاب دہن میں پرورش پاتے ہیں یہ معدے اور پھیپھڑوں میں پہنچتے ہیں اور پھر یہ ہمیں بیمار کر دیتے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر حیرانی ہوگی ہماری ناک جراثیم کو پھیپھڑوں تک نہیں جانے دیتی۔ ہماری ناک سے صرف کیمیکلز جسم میں داخل ہوتے ہیں جراثیم

زیادہ تر منہ سے بدن میں اترتے ہیں اور ان کا بڑا سورس (ذریعہ) ٹوائلٹس ہوتے ہیں چنانچہ آپ ٹوائلٹ میں لمبی لمبی سانس لینے، تھوکنے، کچھ گنگنانے، آوازیں دینے اور موبائل فون پر بات کرنے سے پرہیز کریں۔ آپ کی صحت اچھی رہے گی۔

(۱۰)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لکڑی کے کوئلے سے دانت صاف نہ کرو**۔ ہم میں سے بے شمار لوگ کوئلے سے دانت صاف کرتے ہیں۔ کوئلے سے ہمارے دانت وقتی طور پر چمک جاتے ہیں لیکن یہ بعدازاں مسوڑے بھی زخمی کر دیتا ہے، دانتوں کی جڑیں بھی ہلا دیتا ہے اور یہ منہ میں بو بھی پیدا کرتا ہے۔ لکڑی کا کوئلہ سیدھا سیدھا کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتا ہے۔ یہ ہائی جینک بھی نہیں ہوتا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پرہیز کا حکم دیا۔

(۱۱)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ہمیشہ بیٹھ کر کپڑے تبدیل کیا کرو**۔ ہم میں سے اکثر لوگ شلوار، پتلون یا پائجامہ پہنتے وقت اپنی ٹانگ پھنسا بیٹھتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص زندگی میں کبھی نہ کبھی اس صورت حال کا شکار ضرور ہوتا ہے بالخصوص ہم بڑھاپے میں شلوار یا پتلون بدلتے وقت ضرور گرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید اس قسم کے حادثوں سے بچنے کے لیے یہ حکم جاری فرمایا تھا۔

(۱۲)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اپنے دانتوں سے سخت چیز مت توڑا کرو**۔ ہم لوگ اکثر بادام اخروٹ یا نیم پکا گوشت توڑنے کی کوشش میں اپنے دانت تڑا بیٹھتے ہیں۔ دانت ایکٹو زندگی کا قیمتی ترین اثاثہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید اسی لیے دانتوں کو سخت چیزوں سے بچانے کا حکم دیا۔

خوراک تہذیب کا تیسرا بڑا عنصر ہوتی ہے۔ آپ اگر کسی قوم کسی خاندان یا کسی شخص کی تہذیب کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو آپ صرف اتنا دیکھ لیں وہ کیا کھا رہا ہے اور وہ کیسے کھا رہا ہے۔ آپ کو مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین زندگی کے چالیس اصولوں میں سات اصول صرف کھانے سے متعلق ہیں۔ میں دو اصول پیچھے لکھ چکا ہوں، باقی پانچ یہ ہیں۔

(۱۳)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **گرم کھانے کو پھونک سے ٹھنڈا نہ کرو، پنکھا استعمال کر لیا کرو**۔ یہ فرمان بھی ہائی جین پر بیس کرتا ہے۔ ہم جب گرم کھانے کو پھونک مارتے ہیں تو ہمارے منہ کے بیکٹیریا کھانے کو زہریلا بنا دیتے ہیں۔ یہ حرکت تہذیب اور شائستگی کے منافی بھی ہے۔

(۱۴)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کھاتے ہوئے کھانے کو سونگھا نہ کرو**۔ کھانے کو سونگھنا بدتہذیبی بھی ہوتی ہے اور کھانے کی خوشبو ہماری ناک کے اندر موجود سونگھنے کے خلیوں اور پھیپھڑوں کی دیواروں کو بھی زخمی کر دیتی ہے ہمیں چھینک بھی آ سکتی ہے اور یہ چھینک سارے کھانے کو برباد کر سکتی ہے۔

(۱۵)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اپنے کھانے پر اداس نہ ہوا کرو**۔ ہم عموماً کھانے کی مقدار اور کوالٹی پر اداس ہو جاتے ہیں۔ ہم ہمیشہ کھانا کھاتے وقت دوسروں کی پلیٹ کی طرف دیکھتے ہیں۔ یہ عادت ہمارے اندر ناشکری پیدا کرتی ہے۔ ہم اگر اپنے کھانے کو اللہ کا رزق سمجھیں اس پر شکر کریں تو ہمارے اندر برداشت بھی بڑھے گی اور صبر اور شکر کی عادت بھی ڈولپ ہو گی۔ یہ عادت ہماری زندگی کو بہتر بنا دے گی۔

(۱۶)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **منہ بھر کر نہ کھاؤ**۔ ہمارا منہ خوراک کے ہاضمے کا آدھا کام کرتا ہے، باقی آدھا کام معدہ سرانجام دیتا ہے۔ ہم جب منہ بھر لیتے ہیں تو زبان اور دانتوں کو اپنا کام کرنے کے لیے جگہ نہیں ملتی ہم جلدی جلدی نگلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یوں ہمارے معدے کی ذمے داری بڑھ جاتی ہے۔ معدہ یہ ذمے داری پوری نہیں کر پاتا ہم بدہضمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ چھوٹا لقمہ لیتے تھے، دیر تک چباتے تھے اور آدھا معدہ بھرنے کے بعد ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی صحت مند رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی یہ عادت اپنا لی چنانچہ مدینہ کے طبیب بے روزگار ہو گئے اور وہ کھجوروں کی تجارت کرنے لگے۔

(۱۷)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اندھیرے میں مت کھاؤ**۔ اس فرمان کی دو وجوہات ہیں۔ اندھیرے میں کھانے سے کھانے میں کیڑے مکوڑے ملنے کا خدشہ ہوتا ہے اور دوسرا روشنی کا کھانے کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ہمیں روشنی میں کھایا ہوا کھانا زیادہ انرجی دیتا ہے۔ یہ وہ واحد وجہ ہے جس کی بنا پر دنیا بھر میں ڈنر کے وقت ہال اور

کمرے کی تمام لائیٹس آن کر دی جاتی ہیں، یہ ممکن نہ ہو تو میز پر موم بتیاں جلادی جاتی ہیں۔ انگریز اس انتظام کو کینڈل لائیٹ ڈنر کہتے ہیں یہ روایت ہزاروں سال سے چلی آ رہی ہے اور یہ انتہائی مفید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روشنی میں کھانے کا حکم دے کر اس روایت کی تائید فرمائی۔

(۱۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو۔** ہم جب دوسروں میں عیب ڈھونڈتے ہیں تو ہم چغلی غیبت اور منافقت جیسی روحانی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ بیماریاں ہمیں حسد جیسے مہلک مرض میں مبتلا کر دیتی ہیں اور یوں ہم ذہنی جسمانی اور روحانی تینوں سطحوں پر علیل ہو جاتے ہیں چنانچہ ہم اگر صرف دوسروں میں عیب تلاش کرنا بند کر دیں تو ہم حسد، منافقت، غیبت اور چغل خوری جیسے امراض سے بچ جائیں گے، ہم صحت مند زندگی گزاریں گے۔

(۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اقامت اور اذان کے درمیان گفتگو نہ کیا کرو۔** اللہ کائنات کا سب سے بڑا بادشاہ ہے، اذان اس بادشاہ کی طرف سے بلاوا ہوتا ہے اور اقامت شرفِ باریابی کی اجازت چنانچہ یہ دونوں اوقات پروٹوکول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو پروٹوکول کی خلاف ورزی اچھی نہیں لگتی۔ ہم اگر دنیاوی بادشاہوں کے پروٹوکول کا خیال رکھتے ہیں تو پھر ہمیں دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ کے پروٹوکول کا سب سے زیادہ احترام کرنا چاہیے۔

(۲۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **بیت الخلاء میں باتیں نہ کیا کرو۔** اس کی وجہ جراثیم ہیں۔ ہم پچھلے صفحے میں اس کا تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوستوں کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوستوں کے بارے میں جھوٹے قصے بیان نہ کیا کرو۔ دوستوں کے بارے میں جھوٹے قصوں سے دوستوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے اور دوست بدنام بھی ہوتے ہیں چنانچہ اس عادت بد سے پرہیز دوستی کے لیے بہت اہم ہے۔

(۲۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **دوست کو دشمن نہ بناؤ۔** یہ فرمان نفسیات اور معاشرت دونوں کے لیے انتہائی اہم ہے۔ ہمارے دوست ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہوتے ہیں یہ جب دشمن بنتے ہیں تو یہ دنیا کے خوفناک ترین دشمن ثابت ہوتے ہیں چنانچہ ہمیں زندگی میں کبھی کسی دوست کو دشمن بنانا چاہیے اور نہ کبھی کسی دوست کا دشمن بننا چاہیے۔

(۲۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **دوستوں کے بارے میں شکوک نہ پالو۔** شک دوستی کے لیے زہر ہوتا ہے ہم جب دوستوں کے بارے میں مشکوک ہوتے ہیں تو دوستی کا دھاگہ کمزور ہو جاتا ہے چنانچہ شک سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔

(۲۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **چلتے ہوئے بار بار پیچھے مڑ کر نہ دیکھو۔** چلتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھنا ایک نفسیاتی بیماری ہے۔ یہ بیماری خوفزدہ ڈرے اور سہمے ہوئے لوگوں میں عام ہے۔ ہم جب چلتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو ہم اس بیماری کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے ہماری توجہ بھی بٹ جاتی ہے، ایکسیڈنٹ کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے، ہماری رفتار بھی آدھی رہ جاتی ہے اور ہم بلاوجہ دوسرے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ بھی کر لیتے ہیں۔

(۲۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ایڑیاں مار کر نہ چلو۔** ایڑیاں مار کر چلنا یا چلنے کے دوران دھمک یا آواز پیدا کرنا تکبر کی نشانی ہے اور تکبر مسلمانوں کو سوٹ نہیں کرتا۔ ہمارے پاؤں کا ہمارے دماغ کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ایڑیاں مارنے سے ہمارے دماغ کی چولیں ہل جاتی ہیں ہم دماغی لحاظ سے کمزور ہو جاتے ہیں۔ آپ کو ایڑیاں مار کر چلنے والے جلد یا بدیر دماغی امراض کی ادویات کھاتے ملیں گے۔

(۲۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کسی کے بارے میں جھوٹ نہ بولو۔** جھوٹ دنیا کی سب سے بڑی معاشرتی برائی اور گناہوں کی ماں ہے۔ ہم اگر صرف جھوٹ بند کر دیں تو معاشرہ ہزاروں برائیوں سے پاک ہو سکتا ہے۔

(۲۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ٹھہر کر اور صاف صاف بولا کرو تاکہ دوسرے پوری طرح سمجھ جائیں۔** جھوٹ کے بعد غلط فہمی معاشرے کی سب سے بڑی برائی ہے۔ ہم جب گفتگو میں واضح نہیں ہوتے تو غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ غلط فہمیاں معاشرتی بگاڑ کا باعث بنتی ہیں چنانچہ ہم جب بھی بولیں بلند واضح اور صاف بولیں۔

(۲۷)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اکیلے سفر نہ کیا کرو۔** یہ فرمان بھی حکمت سے بھرپور ہے۔اکیلا آدمی خوفزدہ بھی رہتا ہے، پریشان بھی اور یہ عموماً حادثوں کا شکار بھی ہوجاتا ہے۔تحقیق سے ثابت ہوا سفر کے دوران اکیلے آدمی زیادہ لٹتے ہیں، زیادہ جلدی بیمار ہوتے ہیں اور یہ زیادہ غلط فیصلے کرتے ہیں چنانچہ جب بھی سفر کریں ایک یا دو لوگوں کو ساتھ شامل رکھیں بالخصوص عورت کو کبھی اکیلے سفر نہ کرنے دیں۔

(۲۸)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فیصلے سے قبل مشورہ ضرور کیا کرو۔** انسان ۱۶ کیمیکلز کا مجموعہ ہے۔یہ کیمیکلز ہمارے موڈز طے کرتے ہیں اور یہ موڈز ہماری زندگی کے چھوٹے بڑے فیصلے کرتے ہیں۔ہم جب بھی تنہا فیصلے کرتے ہیں، ہم موڈز کے تابع فیصلے کرتے ہیں اور یہ عموماً غلط ہوتے ہیں چنانچہ فیصلے سے قبل مشورہ ضروری ہے اور مشورہ ہمیشہ سمجھ دار کی بجائے تجربہ کار شخص سے کرنا چاہیے، آپ کو کبھی نقصان نہیں ہوگا۔

(۲۹)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کبھی غرور نہ کرو۔** غرور ایک ایسی بری عادت ہے جس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلتا۔میں نے پوری زندگی کسی مغرور شخص کو طبعی موت مرتے نہیں دیکھا۔یہ غیر طبعی موت مرتے ہیں اور ہمیشہ بے عزتی اور ذلت وراثت میں چھوڑتے ہیں۔

(۳۰)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **شیخی نہ بگھارو۔** یہ بھی کمال اصول ہے۔میں نے آج تک کسی شیخی خور کو باعزت نہیں دیکھا۔ہم عزت بڑھانے کے لیے شیخی مارتے ہیں اور ہمیشہ پرانی عزت بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔

(۳۱)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **گداگروں کا پیچھا نہ کیا کرو۔** ہم میں سے بے شمار لوگ فقیر کو دس بیس روپے دے کر یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں یہ واقعی حق دار تھا یا نہیں۔یہ عادت ہمیں شکی بھی بنا دیتی ہے اور یہ صدقے اور خیرات سے بھی دور کر دیتی ہے۔

(۳۲)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مہمان کی کھلے دل سے خدمت کرو۔** یہ عادت ہماری شخصیت میں کشش پیدا کر دیتی ہے۔آپ کو مہمان نوازوں میں ہمیشہ مقناطیسی کشش ملے گی، آزما کر دیکھ لیں۔

(۳۳)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **غربت میں صبر کیا کرو۔** یہ فرمان بھی کیا شاندار فرمان ہے۔صبر بہت بڑی دولت ہے، یہ دولت کبھی کسی انسان کو غریب نہیں رہنے دیتی۔آپ صابر ہو جائیں آپ کے حالات دنوں میں بدل جائیں گے، آپ یہ بھی آزما کر دیکھ لیں۔

(۳۴)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کیا کرو۔** اچھائی نیکی ہوتی ہے اور نیکی میں دوسروں کا ساتھ دینے والے بھی جلد نیک ہوجاتے ہیں۔آپ صرف نیک لوگوں کے معاون بن جائیں، آپ نیکوں سے بھی آگے نکل جائیں گے۔

(۳۵)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اپنی خامیوں پر غور کیا کرو اور توبہ کیا کرو۔** تحقیق بتاتی ہے ہم اگر اپنی کسی ایک خامی پر قابو پا لیں تو ہم میں دس خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں، آپ یہ بھی آزما کر دیکھ لیں۔

(۳۷)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **برا کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نیکی کرو۔** یہ بھی آزما کر دیکھیں۔یہ عادت آپ کے دشمنوں کی تعداد کم کر دے گی۔

(۳۸)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللہ نے جو دیا ہے اس پر خوش رہو۔** میرا تجربہ ہے ہم دوسرے پرندے کی کوشش میں ہاتھ کا پرندہ بھی اڑا بیٹھتے ہیں ہمیں جو مل جائے ہم اگر اسے انجوائے کرنا سیکھ لیں تو یہ دنیا جنت ہو جاتی ہے۔

(۳۹)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **زیادہ نہ سویا کرو، زیادہ نیند یادداشت کو کمزور کر دیتی ہے۔** یہ بھی طبی لحاظ سے درست ہے۔نیند موت کی پچھلی اسٹیج ہے یہ بڑھ جائے تو ہمارے برین سیل مرنے لگتے ہیں چنانچہ سات گھنٹے سے کم اور آٹھ گھنٹے سے زیادہ نیند نہیں لینی چاہیے۔

(۴۰)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **روزانہ کم از کم سو بار استغفار کیا کرو۔** یہ عادت بھی عبادت ہے آپ کر کے دیکھیں، آپ کو نتائج حیران کر دیں گے۔

●●

اپیل: ہر سنیچر بعد نماز عشا مرکز سنی دعوت اسلامی اسمٰعیل حبیب مسجد ۱۲۶/ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳ میں ہفتہ وار مرکزی اجتماع میں دوست واحباب کے ساتھ تشریف لائیں۔(ادارہ)

معاشرے کوترقی یافتہ بنانا ہےتو صلہ رحمی بھی کیجیے

بہترین معاشرتی سرگرمیوں کے لیے مادی وسائل کا ہونا ہی کافی نہیں بلکہ خوشی وغمی کے مواقع پرشرکت بھی ضروری ہے

از:ارم فاطمہ شیخ

ترقی کے اس دور میں انسان مشین کی طرح کام کرنے لگا ہے۔ ہرشخص اپنے وقت کوزیادہ سے زیادہ بہتر انداز میں استعمال کرنا چاہتا ہے جس سے اس کی زندگی خاصی مصروف ہوگئی ہے۔دولت کی طلب، کاروباراورنوکری کی مجبوریوں اوربہترطرزِ زندگی کے حصول کی خواہش کے پیش نظر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کے رجحان میں بھی خاطرخواہ اضافہ ہوا ہے۔افراد کی یہ بڑھتی ہوئی سرگرمیاں اورنقل مکانی اس کے خاندانی نظام پر اثر انداز ہورہی ہیں ۔برصغیر میں مضبوط خاندانی نظام موجود تھا۔خاندان اور برادری کی روایات سے انحراف کوئی آسان کام نہ تھا۔نصف صدی قبل جونظام رائج تھا، آج اس میں وہ دم خم باقی نہیں رہا۔ یہ بات درست ہے کہ ہمارے معاشرے اور خاندانی نظام میں بہت سی غیر اسلامی اورفرسودہ رسومات رائج تھی لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے خاندانی نظام میں اُخوت و بھائی چارے، باہمی تعاون، خیرخواہی، بزرگوں کے احترام اور مالی واخلاقی تعاون سمیت بہت سی شاندارروایات بھی پائی جاتی ہیں۔

اسلام ہر علاقے اورقوم کی روایات کا احترام سکھاتا ہے، البتہ اس تہذیب میں موجود اسلامی تعلیمات اور اُصولوں سے متصادم روایات کی اصلاح بھی ضروری سمجھتا ہے۔کسی معاشرے کی روایات سے غلط عقیدے اور غلط رویوں کونکال دیا جائے تو اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔عصر حاضر، جس میں خاندانی اقدار تیزی سے تبدیل ہورہی ہیں، اگر یہ تبدیلی اسلامی تعلیمات اورسوچ کے زیراثر ہوتی تو یقیناً ہم اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہوتے جبکہ اقدار میں یہ تبدیلی زیادہ تر میڈیا کے زیراثر ہورہی ہے۔ہمارا میڈیا اسلامی معاشرے کی نہیں بلکہ مادہ پرست اورخودغرض مغرب کی سوچ کی نمائندگی اورعکاسی کررہا ہے۔نتیجے کے طور پر مغرب اورسرمایہ دار معاشرے کی خرابیاں آہستہ آہستہ ہمارے معاشرے میں سرایت کررہی ہیں اوراعلیٰ خاندانی روایات کا حامل ہمارا معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جو نہ تو روایتی مثالی معاشرہ رہا اور نہ ہی اسلام کے زرّیں اُصول اس میں نظرآتے ہیں۔شہری آبادی کی حالت زیادہ قابل رحم ہے جہاں مختلف علاقوں کے لوگ آکرآباد ہورہے ہیں۔جن کی حالت یہ ہے کہ لوگ اپنے ہمسائے کے نام تک سے بےخبر ہوتے ہیں۔ایسے میں کسی مضبوط عقیدے اورعمدہ تربیت کے بغیر انسانی ہمدردی یا اسلامی بھائی چارے کی فضا کا پیدا ہونا مشکل ہے۔ایسے ماحول میں برائیاں جلدی اور آسانی سے پھیلتی ہیں۔دیہات یا خاندانی کلچر میں ایک آدمی کوکسی غیر اخلاقی کام کرنے کی جلد جراءت نہیں ہوتی۔ اس کے دل میں خاندان، برادری، محلّہ دار یا بزرگ شخصیات کا خوف اور حیا ہوتا ہے۔ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا جس کی وجہ سے مذکورہ بالا شخصیات میں سے کوئی اسے ہدف تنقید بنائے۔ یہ معاشرتی دباؤ اسے بہت حدتک برائیوں سے روکے رکھتا ہے۔

جدید دور میں آزادی اور حقوق کے دل فریب اور پُرفتن نعرے کی آغوش میں مادر پدر آزاد معاشرہ تشکیل پارہا ہے جس میں ایک طرف کسی قسم کی قدغن نہ ہونے کی وجہ سے گناہ اور غیراخلاقی سرگرمیاں معاشرے کوگھن کی طرح چاٹ رہی ہیں اور دوسری طرف خاندانی نظام کے حصے بخرے ہورہے ہیں۔خاندانوں میں رائج عمدہ روایات دم توڑ رہی ہیں۔صلہ رحمی، باہمی تعاون، غم خواری اورانسانی ہمدردی کا وجود عنقا ہوتا جارہا ہے۔ ان حالات میں جب اسلامی اُصولوں کوبھی نظرانداز کیا جاتا ہےتو اس سے تیزی سے بگڑتے ہوئے معاشرے کی ابتری میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

اسلام جہاں معاشرے کو گناہوں سے بچانے کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وسیع نظام دیتا ہے، وہاں خاندانوں اوران کی عمدہ روایات کوتحفظ دینے کے لیے صلہ رحمی کے اُصول کو لازم قرار دیتا ہے۔اسلامی حکومت ہر فرد کو بنیادی ضروریات مہیا کرنے کے اسباب پیدا کرتی ہے۔اس کے بعد رشتہ داروں اور تمام لوگوں پر یہ

ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صلہ رحمی اور اسلامی اخوت کے جذبے سے محروم طبقے کا دست وبازو بنیں۔ اس طرح ایک صحت منداور مثبت معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر محروم طبقوں کو کسی طرف سے جذبہ خیرسگالی یا تعاون کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو وہ پس کر رہ جاتے ہیں اور جرائم کی دنیا میں قدم رکھ کر معاشرے سے انتقام لیتے ہیں یا پھر مایوسی کا شکار ہوکر خودکشی کی حرام موت مرتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ ذہن نے ناگہانی حالات سے نمٹنے کے لیے انشورنس کی صورت میں حل پیش کیا ہے لیکن اس سُودی نظام سے کسی کو ریلیف تو کیا ملتا یہ تو خود بہت ساری خرابیوں کی بنیاد ہے۔

صحت مند تعمیری معاشرتی سرگرمیوں کے لیے صرف مادی وسائل کا ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایک انسان خوشی اور غمی کے مواقع کو بانٹنا چاہتا ہے۔ خوشی کے موقع پر رشتہ داروں اور دوست احباب کی شمولیت خوشی کو دوبالا کردیتی ہے اور مصیبت و پریشانی کے وقت انہی لوگوں کا ساتھ غم کے زخم مندمل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اسلام نے اس فطری تقاضے کے پیش نظر صلہ رحمی کو دین کا حصہ اور قطع رحمی کرنے والے کی مذمت کی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صلہ رحمی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرے۔

صلہ رحمی ایمان کا تقاضا ہے:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال:(من كان يومن باللهٖ واليوم الآخر فليصل رحمه

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۶۱۳۸)

عن انس بن مالک ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:(من احب ان يبسط له في رزقه وينساله في أثره فليصل رحمه

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے یہ بات پسند ہے کہ اس کا رزق کشادہ اور عمر دراز ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۵۹۸۶)

عمر میں اضافہ سے مراد یا تو عمر میں برکت ہے یا اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کی عمر میں حقیقی طور پر اضافہ فرمادیتا ہے۔

رزق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جس کا علم اللہ کو ہے کہ اس نے بندے کو یہ رزق دینا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ (۲) جو اللہ تعالیٰ نے لکھا اور فرشتوں کو بتایا۔ تو یہ اسباب کے ساتھ کم یا زیادہ ہوتا ہے۔

عن النبی صلی الله عليه وسلم قال:(إن الله خلق الخلق حتى إذا فرغ من خلقه قالت الرحم هذا مقام العائذ بک من القطيعة قال:نعم أما ترضين أن أصل من وصلک وأقطع من قطعک قالت:بلى يا ربّ قال فهو لک

اللہ تعالیٰ جب مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوا تو رحم نے کہا: یہ قطع رحمی سے تیری پناہ مانگنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے گا، اسے میں جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا، اسے میں توڑوں گا۔ کہا: کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اب ایسے ہی ہوگا۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۵۹۸۷)

عن ابی ايوب الانصاری أن رجلاً قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أخبرنی بعمل يدخلنی الجنة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعبدالله لا تشرک به شيئًا وتقيم الصلاة وتوتی الزكاة وتصل الرحم۔

حضرت ابوایوب انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۵۹۸۳)

صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے اور اسے اپنے حکم کی بجاآوری گردانتا ہے:

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَآ أَمَرَ للّٰهُ بِهٖٓ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوٓءَ الْحِسَابِ (سورۃ الرعد)

اور وہ لوگ ہیں کہ جنہیں ملانے کا اللہ نے حکم دیا، اُنہیں ملاتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور بُرے حساب سے ڈرتے ہیں۔

صلہ رحمی رشتہ داروں کے مابین محبت پھیلنے کا ذریعہ ہے۔ صلہ رحمی کے ذریعے رشتہ داروں میں محبت بڑھتی ہے۔ اس کے ذریعے ان کی زندگی خوشگوار گزرتی اور وہ زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔ جب

انسان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے،ان کی عزت واحترام کا خیال رکھتا ہے تو جواب کے طور پر وہ بھی عزت کرتے ہیں اور معاملاتِ زندگی میں اس کے معاون بن جاتے ہیں۔

صلہ رحمی کس طرح ہوسکتی ہے؟

صلہ رحمی کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں ۔ گاہے بگاہے رشتہ داروں سے ملاقات کی جائے۔اگر فاصلہ زیادہ اور وقت کا مسئلہ ہو تو اس کے لیے مواقع خاص کیے جاسکتے ہیں مثلاً ہر سال عید کسی ایک جگہ یا مرکزی گھر میں اکٹھے منائی جائے۔ ان کے گھروں میں آیا جایا جائے۔ان سے حال احوال پوچھتے رہیں۔اب تو ٹیلی فون کی سہولت ہر جگہ میسر ہے،اس کے ذریعے رابطے میں رہا جائے۔ خاندان کے بڑوں کی عزت وتوقیر کی جائے۔ چھوٹی موٹی باتوں کو خواہ مخواہ ایشو یا اپنی اَنا کا مسئلہ نہ بنالیا جائے۔ چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ خاندان کے غریب افراد پر صدقہ کیا جائے۔ روپے پیسے کے علاوہ پُرخلوص مشورے اور بہتر معاملات کی طرف رہنمائی کے ذریعے بھی ان کی معاونت ہوسکتی ہے۔اُمرا کے ساتھ نرمی اور احترام کا معاملہ کیا جائے۔ اگر کوئی رشتہ دار گھر میں ملنے کے لیے آجائے تو اس کا اچھی طرح استقبال کیا جائے۔ جس حد تک ممکن ہو، ان کی خدمت کر کے خوشی محسوس کی جائے۔ خوشی اور غمی کے مواقع پر ان کے ساتھ شامل ہوا جائے،اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی خوشی غمی کی محفلوں کو فرسودہ روایات سے پاک کردیں ۔ تصنع اور نمود ونمائش کی بجائے سادگی سے کام لیا جائے تاکہ ایک دوسرے کے پروگراموں میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے کوئی بوجھ محسوس نہ ہو۔اگر ہمارے شادی کے پروگرام ہفتہ بھر جاری رہیں اور فوتگی کے موقع پر لمبے چوڑے رسوم ورواج چلتے رہیں تو لوگوں کے لیے ان میں شمولیت مشکل ہوجاتی ہے۔ باہمی محبت میں تحائف بڑی اہمیت رکھتے ہیں ۔ حدیث نبوی ہے: تحادّوا تحابّوا یعنی ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو،اس سے محبت پھیلتی ہے۔ تحفہ خواہ کیسا ہی ہو، خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے۔ تحفے کے بارے میں بھی نمود ونمائش اور اِسراف سے بچنا چاہیے تاکہ محبت بڑھانے کا یہ ذریعہ بوجھ نہ بن جائے۔ بیماروں کی عیادت کی جائے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر وقت رشتہ داروں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ بھلائی کا حکم دیا جائے اور بُرائی سے روکا جائے۔ خاندان میں رائج غیر شرعی کاموں کی اصلاح کی جائے۔ ایک سنجیدہ اور باوقار انسان اگر خاندان کے معاملات میں دلچسپی لے تو اسے تبلیغ دین کے لیے بہترین پلیٹ فارم مل سکتا ہے۔

قطع رحمی کی سزا:

قطع رحمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور لعنت کا سبب بنتی ہے۔قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا أَرْحَامَكُمْ أُولَـٰٓئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰٓ أَبْصَـٰرَهُمْ. (سورۂ محمد، آیت:۲۳)

تو (اے منافقو) اگر تم (پیغمبر کا کہنا) نہ مانو (یا تم کو حکومت مل جائے) تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم (جاہلیت کے زمانہ کی طرح پھر) ملک میں دھند مچاؤ گے اور ناطے توڑ وگے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو (سچی بات سننے سے) بہرہ کردیا ہے اور (سیدھا راستہ دیکھنے سے) ان کی آنکھوں کو اندھا بنادیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زمین میں فساد پھیلانے اور قطع رحمی کرنے سے اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا اور دیگر بہت سی سزائیں دیتا ہے۔

قطع رحمی کرنے والے فاسق ہیں۔فرمانِ الٰہی ہے:

وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا الْفَـٰسِقِينَ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَـٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَـٰٓئِكَ هُمُ الْخَـٰسِرُونَ (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اور وہ گمراہ انہیں کو کرتا ہے جو حکم نہیں مانتے جو اللہ تعالیٰ کے اقرار کو پکا کر کے پھر توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں ۔ یہی لوگ خسارا پانے والے ہیں۔

قطع رحمی کرنے والے کو آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی سزا ملتی ہے چنانچہ حدیث نبوی میں ہے:

عن ابی بکر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: (ما من ذنب أجدر ان یعجل اللہ لصاحبہ العقوبۃ فی الدنیا مع ما یدخر لہ فی الآخرۃ مثل البغی وقطیعۃ الرحم

حضرت ابوبکر صدیق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغاوت اور قطع رحمی کے علاوہ کسی اور کو اللہ تعالیٰ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا مگر ان دونوں عملوں کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ

دنیا میں فوراً سزا دیتا ہے اور آخرت میں بھی اُنہیں سزا ملے گی۔
قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، حدیث دیکھیے:

عن ابی هريرة قال سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يقول: إن اعمال بنی آدم تعرض علی اللّٰه تبارک وتعالیٰ عشية کل خميس ليلة الجمعة فلا يقبل عمل قاطع رحم

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بنی آدم کے اعمال جمعرات کی شام اور جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ کے پاس پیش کیے جاتے ہیں تو اللہ پاک قطع رحمی کرنے والے کے عمل کو قبول نہیں کرتا۔
(سنن ابوداؤد: حدیث نمبر ۴۹۰۲)

حدیث نبوی کے مطابق قطع رحمی کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے:

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله

حضرت حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کے عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے ملایا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جس نے مجھے کاٹا، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے کاٹ دے گا۔
(مسند احمد: حدیث نمبر ۹۸۸۳)

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ حدیث نبوی بھی اس کی شہادت دیتی ہے، دیکھیے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لايدخل الجنة قاطع** (صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۵۱۹)

صلہ رحمی کے لیے معاون اُمور

سب سے پہلے ہمیں صلہ رحمی کے لیے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کوئی کام کرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر ہمیں صلہ رحمی کے فوائد اور قطع رحمی کے نقصانات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ قرآن و حدیث میں موجود ترغیب اور ترہیب کی باتیں پڑھنے سے ایک مسلمان شعوری طور پر صلہ رحمی کرنے کی کوشش کرے گا۔ قطع رحمی کی عقوبتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ حتیٰ الوسع اس سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ رشتہ داروں کی طرف سے اگر کوئی ناپسندیدہ بات سامنے آئے تو اس کی اچھی تاویل کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر وہ معذرت کریں تو اسے قبول کرنا چاہیے۔ ہر وقت بدلہ لینے کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ جہاں تک ہوسکے، بُرائی کا بدلہ احسان سے دینا چاہیے۔ البتہ کسی کی تربیت کے لیے اور غیر شرعی کاموں پر تنبیہ کے ساتھ ناراضی کا اظہار بھی ہونا چاہیے۔
ہنسی مزاح میں اعتدال کا دامن کسی صورت نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بسا اوقات یہ ہنسی مزاح حد سے بڑھ جاتا ہے اور بڑے فتنے کا سبب بنتا ہے۔ جس حد تک ممکن ہو، ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیتے رہنا چاہیے۔ حدیثِ نبوی کے مطابق اس سے محبت بڑھتی ہے۔ مالی معاملات میں تعاون کرنا چاہیے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ خاندان کا ایک باہمی تعاون کا فنڈ بنا لیا جائے جس میں ہر فرد بقدرِ استطاعت حصہ ڈالتا رہے۔ اس فنڈ سے خوشی، غمی کے موقعوں پر خاندان کے ضرورت مند افراد سے تعاون کیا جائے۔ صلہ رحمی کے لیے ایک اہم صورت یہ ہے کہ سادہ اور شرعی طرزِ زندگی اختیار کی جائے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اَنا کا مسئلہ نہیں بنالینا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں شادی بیاہ اور غمی کے مواقع کے لیے کچھ عجیب وغریب رسومات رائج ہوچکی ہیں جن کو پورا کرنے کے اصرار پر جھگڑے ہونا معمول کی بات بن چکی ہے۔ لاحاصل باتوں میں اُلجھ کر توانائیاں اور صلاحیتیں ضائع کرنے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہر بڑے کا احترام اور چھوٹے پر شفقت ہونی چاہیے۔

قطع رحمی کے اسباب

جہالت: قطع رحمی کا سب سے بڑا سبب شعوری یا لاشعوری جہالت ہے۔ عموماً لوگوں کو اس بارے میں شرعی تعلیمات کی واقفیت نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ صدیوں سے رائج رسوم ورواج پر عمل پیرا ہیں۔ ہمیں یہ مسئلہ عام مجالس میں موضوعِ سخن بنانا چاہیے جس سے بہت سے لوگ شعوری طور پر صلہ رحمی کی کوشش کریں گے۔

غربت: بنیادی طور پر غربت قطع رحمی کا سبب نہیں ہے لیکن ہم نے اسے اہم سبب بنا لیا ہے۔ اس کی وجہ جہالت اور برادری کلچر کی اندھا دھند تقلید ہے۔ ہم نے خوشی اور غمی کے مواقع پر ایسی رسومات اختیار کی ہوئی ہیں جنہیں پورا کرنا غریب آدمی کے بس کی بات نہیں

جب کہ ان تمام رسومات کا تعلیمات اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر شادی کے موقع پر کسی کی دی ہوئی رقم سے زیادہ رقم سلامی کے طور پر دینا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق تحفہ دیا جائے تو ٹھیک ورنہ شکایت ہوگی۔ یہ تصور سود کے مشابہ ہے یا پھر غمی کے موقع پر بعض رشتہ داروں کے لئے ضروری تصور کیا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کو لازماً کھانا کھلائیں۔ یہ رشتہ دار عموماً گھر کی بہو کے عزیز وا قارب ہوتے ہیں، یہ ہندو تہذیب کے زیر اثر ہے۔ اسلام نے اہل محلّہ اور صاحبِ حیثیت لوگوں کو میت والے گھرانے سے تعاون کی تلقین کی ہے نہ کہ محض مخصوص رشتہ داروں پر اور پھر مقامی یا غیر مقامی تمام لوگ کھانے میں شریک ہوکر اسے ایک بڑا فنکشن بنا دیتے ہیں جس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

جو باتیں اخلاقیات اور باہمی تعاون سے متعلق تھی ہم نے اُنہیں زندگی کا لازمہ بنالیا ہے۔ اسراف وتبذیر کے ذریعے پیسے کا ضیاع بھی بڑھ گیا ہے۔ باہمی تعاون اور خیر خواہی کا جذبہ تو مفقود ہوتا گیا اور بے جا رسومات باقی رہ گئیں۔ ایسے میں لوگ ان مواقع پر حاضر ہونے سے اعراض کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنہیں مجبوراً شامل ہونا پڑتا ہے وہ خاندان میں ناک رکھنے کی خاطر ان رسومات کو پورا کرتے ہوئے قرض اور بہت سی دیگر خرابیوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ یہ عیب صرف غریب لوگوں میں ہی نہیں پائے جاتے بلکہ ہر طبقے کے لوگوں نے اپنے اپنے خود ساختہ انداز اور معیار بنا رکھے ہیں۔ ان رسومات سے جان چھڑا کے صلہ رحمی کے زیادہ مواقع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

دین سے دُوری: جب کوئی شخص کمزور ایمان والا ہو، دینی اُمور کی پرواہ نہ کرے تو اسے قطع رحمی کی سزاؤں کی بھی پرواہ نہیں رہتی اور نہ ہی وہ خوفِ خدا کے تحت رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ کسی سے ملتا بھی ہے یا حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے تو اس کے پیش نظر عموماً دو ہی باتیں ہوتی ہیں یا تو وہ برادری کی رسومات بجا لاتا ہے یا ذاتی مفاد مقصود ہوتا ہے۔ اس طرح پیار ومحبت اور خیر خواہی کے جذبات مخصوص رشتہ داروں تک محدود ہوجاتے ہیں اور اسلام کا پیش کردہ صلہ رحمی کا جذبہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

اخلاقِ رذیلہ: اخلاق رذیلہ کی بہت سی صورتیں قطع رحمی کا سبب بنتی ہیں مثلاً تکبر وانا پرستی۔ اگر کوئی شخص کسی بڑے دنیاوی منصب پر فائز ہوجائے یا اللہ تعالیٰ اسے دولت سے نوازے تو وہ غریب رشتہ داروں سے چھپتا پھرتا ہے کہ کہیں کوئی کام نہ کہہ دے یا پیسے نہ مانگ لے۔ اگرچہ اس رویے کے ذمہ دار وہ غربا بھی ہوتے ہیں جو اصلاحِ احوال کی بجائے دوسروں کے وسائل پر نظر رکھتے ہیں۔ مناسب تربیت اور تعاون کے ذریعے ان کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اخلاقِ رذیلہ کی مثال ہر وقت ہنسی مذاق یا غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا بھی ہے۔ بسا اوقات مذاق میں ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے جو دوسرے کو ناگوار گزرتی اور آپس میں دوری کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ علاوہ ازیں دنیا میں اس قدر مشغول ہوجانا کہ رشتہ داروں سے ملنے کے لیے وقت ہی نہ ملے یا رشتہ داروں سے ملتے وقت سرد مہری کا مظاہرہ کرنا، میاں بیوی کے درمیان ناچاقی، رشتہ داروں کی کوتاہیوں پر صبر نہ کرنا، وراثت کی تقسیم میں تاخیر، حسد، بُغض اور دیگر اخلاقی برائیاں قطع رحمی کی وجہ بن جاتی ہیں۔

صلہ رحمی کے حوالے سے چند گزارشات

ہمیں اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ اپنے معاملات پر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوجائے گا کہ کن کے ساتھ صلہ رحمی اور کن کے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ چل رہا ہے۔ اگر ہمیں کسی خرابی کا علم اور احساس ہی نہ ہوگا تو اس کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟ جب ہمیں ناراض لوگوں کا پتہ چل جائے تو ان سے صلہ رحمی کرنے کے طریقے سوچیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، وہ ضرور ہماری مدد کرے گا کیوں کہ اسی کے ہاتھ میں تمام لوگوں کے دل ہیں اور وہ دلوں کو پھیرنے والا ہے۔ جو لوگ ہم سے راضی ہیں، وہ تو خوش ہیں ہی۔ ناراض لوگوں کو منانا اصل کام ہے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی کررہا ہے:

عن ابی هريرة ان رجلاً قال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم إن لي قرابة اصلهم ويقطعوني وأحسن إليهم ويسيئون إلي وأحلم عنهم ويجهلون علي فقال: لإن كنت قلت فكانما تسفهم الملّ ولا يزال معك من الله ظهير عليهم ما دمتَ على ذلك

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان سے احسان کرتا

ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں ان سے بُردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر معاملہ تمہارے کہنے کے مطابق ہو تو جب تک تم ایسا کرتے رہو گے تب تک ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔

(جامع ترمذی: حدیث نمبر ۱۹۰۹)

ایک اور حدیثِ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی إذا قطعت رحمہ وصلھا یعنی برابر بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے، صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

(صحیح مسلم: حدیث نمبر ۶۵۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینا یا ملنے والوں سے ملنا تو مکافات کہلاتا ہے اور روٹھوں کو ملانا صلہ رحمی ہے۔ اس حوالے سے یہ حدیثِ طیبہ بھی غلط فہمی کو دور کرتی ہے:

المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم اعظم اجرًا من المومن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم

وہ مسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور ان کی طرف سے آنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، ایسے مسلمان سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر ۴۰۳۲)

حتیٰ کہ کسی کا مذہب اور عقیدہ بھی صلہ رحمی میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔ واقعہ افک میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے حضرت مسطح بھی منافقین کے بہکاوے کا شکار ہو گئے تو حضرت صدیق اکبر نے ناراض ہو کر ان کی مالی امداد بند کر دی تو اللہ تعالیٰ نے حسن سلوک کے ترک کرنے کو اعلیٰ اقدار کے منافی قرار دیا اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی تلقین فرمائی اور ایسا کرنے پر مغفرت کی خوشخبری سنائی۔ قرآن کریم میں ایک مقام پر اس کا ذکر ہے:

أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ (سورۃ النور)

کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے جب یہ آیتِ مبارکہ سنی تو جواب دیا:

بلیٰ یا ربنا إنا نحب

کیوں نہیں! اے ہمارے ربّ یقیناً ہم پسند کرتے ہیں۔

واقعہ افک نبوی اور صدیقی گھرانے کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، اس کے باوجود صلہ رحمی اور احسان کا طرزِ عمل اختیار کرنے کی ہی تلقین کی گئی ہے۔

● ●

(بقیہ ص ۹ کا) National Geographic نامی میگزین نے اپنے کسی شمارے میں اس شہر کے متعلق کچھ حیرت ناک انکشافات کیے ہیں۔ اس میگزین کے مطابق سوریا (شام) میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی کے ذریعے البا (Elba) نامی شہر کا انکشاف ہوا ہے۔ معلوم پڑتا ہے کہ اس شہر کی عمر تقریباً چار ہزار تین سو سال ہے لیکن اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کھدائی کرنے والوں نے اس شہر میں ایک مقام سے جو غالبًا سرکاری استعمال میں تھا، ایک قدیم زبان میں لکھا رجسٹر بھی برآمد کیا ہے۔ اس رجسٹر میں ان تمام شہروں کے نام درج ہیں جن کے ساتھ اہلِ البا کے تجارتی تعلقات قائم تھے۔ اب آپ کو یقین آئے یا نہ آئے اس رجسٹر میں ارم نامی ایک شہر کا نام بھی درج ہے۔ البا شہر کے باشندے کے ارم نامی شہر کے ساتھ تجارتی روابط رکھتے تھے۔ آخر میں محترم قارئین سے التماس ہے کہ براہ کرم اس آیت کریمہ پر ضرور غور فرمائیں:

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ. أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ (العنکبوت، آیت: ۵۰، ۵۱)

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہ اتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں اس کے رب کی طرف سے، کہو نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں، اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر۔ اور کیا ان لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

● ●

شرعی احکام ومسائل

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

نائب امام کا زبردستی امام بن جانا کیسا؟

صورت مسئولہ:

مسجد کی کمیٹی کے چند ذمے داروں نے مسجد کے اصل امام کی علالت کے سبب ایک عالم کو نائب امام کی حیثیت سے مقرر کیا اور وہ تقریباً ڈیڑھ سال سے نائب امام کی حیثیت سے ہی رہے مگر اب اس امام نے مصلیان مسجد کے سامنے منبر رسول کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہنا شروع کیا کہ میں نائب امام نہیں ہوں بلکہ اصل امام ہوں جب کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور آج تک اسی جھوٹ پر قائم ہیں، نہ رجوع کیا اور نہ توبہ کی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی پر آمادہ ہیں۔

نیز مصلیان مسجد کے درمیان چند حامیوں کو لے کر اختلاف وانتشار پھیلا رہے ہیں۔ کمیٹی کے ارکان کے خلاف چند دیوبندیوں وہابیوں کی حمایت حاصل کر کے سینوں میں گروپ بندی کر رہے ہیں۔ انہی وجوہات کے سبب کئی حضرات ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناپسند کر رہے ہیں، نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور امام تقلیل جماعت کا سبب بن رہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ مصلیان مسجد کے درمیان اختلاف وانتشار کو ختم کرنے اور مسجد میں فتنہ وفساد کے سدباب کے لیے مسجد کی کمیٹی اس امام کو معزول کر کے دوسرے سنی صحیح العقیدہ عالم ومفتی لائق وفائق امام کو مقرر کرنا چاہتی ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: انصاری محمد اقبال، اقصیٰ منزل، مدن پورہ ممبئی

حکم شرعی:

سوال میں نائب امام کے تعلق سے جو تفصیل درج ہے اس کے پیش نظر وہ منصب امامت کے لائق نہیں۔ اس پر لازم ہے کہ جھوٹ اور فتنہ انگیزی سے باز آ کر علانیہ توبہ کرے اور تقوی اختیار کرے اور مسلمانوں کی وحدت کو منتشر ہونے سے بچائے اور مصلیان بھی باہم اتحاد واتفاق کی فضا قائم کرنے کی کوشش کریں۔ ارشاد باری ہے: **اعتصموا بحبل اللہ جمیعاو لاتفرقوا** ۔ اگر امام سوال کی صحت کی تقدیر پر ایسا کرے تو ٹھیک ورنہ اسے منصب امامت سے بشرط استطاعت معزول کر دیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ صحیح واقعہ کیا ہے اس لیے صدق سائل کی تقدیر پر یہ حکم لکھا اور اگر واقعہ میں کچھ فرق ہو تو حکم میں بھی فرق ہوگا۔ **واللہ یعلم المفسد من المصلح**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

رحمت اور شفاعت پر بھروسہ کر کے گناہ کرنا کیسا؟

صورت مسئولہ:

کسی نے کہا کہ رحمت خدا وشفاعت مصطفیٰ پر بھروسہ کر کے گناہ کرنا گمراہی ہے؟ اس کے کہنے کا سبب یہ تھا کہ کوئی گناہ جیسے گندی چیز کو رحمت کے بھروسے کر گزرتا ہے تو ایسا شخص گمراہ ہے یعنی راہ سے بہکا ہوا؟۔ برائے کرام کہنے والے کے لیے حکم شریعت بیان فرمادیں۔

المستفتی: محمد انصار علی، رام پور، یوپی

حکم شرعی:

اللہ عزوجل اور اس کے رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی نافرمانی اور کبائر کا ارتکاب مثلاً شراب نوشی، قذفِ محصنات، زنا، قتل ناحق، عمداً ترک صلوٰۃ، وصوم بلاشبہہ بڑے بڑے گناہ اور اللہ ورسول کی ناراضگی کے کام ہیں۔ ان میں سے اکثر کے لیے دنیا میں بھی بڑی سزا مقرر ہے اور آخرت میں تو سب کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ ان کے بارے میں قرآن پاک میں صرف یہ فرمایا: وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ لہٰذا بے شمار اہل کبائر جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ گناہوں کو معاف فرمائے گا مگر بے شمار کو جہنم کی آگ میں بھی تو جلائے گا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے یقیناً اہل کبائر کی بخشش ہوگی

مگر اس بخشش میں وہ لوگ بھی تو شامل ہوں گے جو نار جہنم میں جل کر کوئلہ کی طرح ہو چکے ہوں گے۔ اگر کوئی شخص تریاق پر بھروسہ کر کے زہر نہیں کھاتا، پانی پر بھروسہ کر کے آگ میں نہیں کودتا تو پھر جہنم میں جانے کا کام بھی تو نہ کرنا چاہیے۔ قائل کو ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة کے پیش نظر اور حدیث نبوی ولا تنفروا کا لحاظ کر کے "گمراہ" کی جگہ "بھول" کا لفظ بولنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

داڑھی والوں کو برا بولنا کیسا؟

صورت مسئولہ:

(۱) زید نے اپنی بیوی کو ماں کہہ کر کئی مہینوں تک بلائے اور کئی مہینوں تک جدا رہے۔

(۲) اپنی تین نابالغ لڑکیوں کو بہن کہہ کر پکارے۔

(۳) اپنے بیٹوں کو باپ کہہ کر پکارے۔

(۴) زید نے بابا دھام کا سفر کرے اور کاور کو اپنے کندھے پر لے کر چلے اور کئی مہینوں تک پیلا کپڑا پہن کر گاؤں کا چکر لگائے۔

(۵) چوبیس گھنٹہ اپنی زبان سے بولتا رہتا ہے کہ داڑھی والے جھوٹے ہوتے ہیں، مولانا لوگ کو میں نہیں مانتا، اس دین کو نہیں مانتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی صورت میں زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: بشیر احمد، رام پور گونہا، ضلع کشی نگر، یوپی

حکم شرعی:

زید کے جو اقوال وافعال سوال میں درج ہیں ان کی بنا پر اسلام سے اس کا رشتہ ٹوٹ گیا کہ دوسرے مذہب کے مذہبی شعار ورسوم کو اپنانا کفر ہے اور علمائے دین سے دین کے عقائد واحکام بتانے کی وجہ سے بغض رکھنا بھی کفر ہے اور ان کے بتائے ہوئے دین، دین اسلام کو ماننے سے انکار بھی کفر ہے۔ اس کے اقوال میں کچھ احتمال بھی ہے لیکن قرائن واحوال شاہد ہیں کہ اس کی مراد معنی کفر ہی ہے اس لیے زید پر فرض ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں اعلانیہ اپنے کفری اقوال و افعال سے توبہ کرے، نادم ہو اور کلمہ پڑھ کر داخل اسلام ہو۔ شادی ہو چکی ہو تو پھر سے نکاح بھی کرے، اسلامی شعائر کو اپنائے اور نمازوں کی پابندی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆

حضور سے دعا مانگنا کیسا ہے؟

صورت مسئولہ:

کوئی یہ کہے کہ دعا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول کر لیں گے تو اس کا کیا حکم ہے، اسے کیا سمجھنا چاہیے۔ میری رہ نمائی فرمائیں۔

المستفتی: ملنگ جمعدار، انٹاپ ہل، ممبئی

حکم شرعی:

دعا اللہ قبول کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے اللہ ضرور قبول فرماتا ہے۔ دعا کا معنی ہے مانگنا اور اللہ سے مانگنے کو دعا کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنے کو استغاثہ اور مدد چاہنا کہا جاتا ہے۔ قائل کی مراد یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگو، تمہاری مراد پوری ہو سکتی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کا لفظ نہیں بولنا چاہیے بلکہ مانگنے کا لفظ بولنا چاہیے۔ قائل آئندہ احتیاط کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

سنیوں کے قبرستان میں بدمذہبوں کی تدفین

صورت مسئولہ:

کیا بدمذہب کو سنیوں کے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں جب کہ وہاں سنیوں کی تعداد زیادہ ہو اور بدمذہبوں کا کام نیا نیا ہو تو وہ ان کی میت لے کر سنیوں کے قبرستان میں آئے تو کیا ان کو سنیوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

المستفتی: نامعلوم (بذریعہ ایس ایم ایس)

حکم شرعی:

بدمذہبوں کی بدمذہبی اگر کفر کی حد میں داخل ہو چکی ہو اور قبرستان خالص اہل حق، اہل سنت وجماعت کا ہو تو اس میں اس کی تدفین کا شرعاً استحقاق نہیں۔ بدمذہب اپنا انتظام الگ کر لیں۔ ہاں اگر قبرستان مخلوط ہے تو وہ اپنے حصے میں جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

● ●

تقویٰ اور بزرگی میں اپنی الگ شان رکھنے والے صحابیِ رسول

حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی

از: مولانا محمد جابر خاں مصباحی

آپ کا اسم گرامی جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار تھا۔ آپ کی والدہ کا نام رملہ بنت وقیعہ غفاریہ تھا۔ بعض لوگوں نے آپ کا نام بریر بھی لکھا ہے لیکن پہلا نام صحیح ہے، کنیت ابوذر تھی۔ میدانِ بدر کے قریب مدینہ منورہ کی راہ میں صفراء نامی ایک بستی تھی، یہی بستی آپ کا مسکن تھا۔ آپ کے قبیلہ کی رہائش دو پہاڑوں کے درمیان تھی جن میں سے ایک پہاڑی کا نام مُسلَح تھا اور دوسری کا نام مُخرٰی۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی طرف آرہے تھے، ان پہاڑوں کے قریب پہنچے تو ان کا نام پوچھا۔ جب لوگوں نے ان کے نام بتائے تو آپ کو ان کے نام پسند نہ آئے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: یہاں کون سے قبیلے آباد ہیں تو آپ کو بتایا گیا کہ یہاں دو قبیلے آباد ہیں، ایک کا نام نار (آگ) ہے اور دوسرے کا نام بنی حراق (جلنا) ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: یہ کس قبیلے کی شاخیں ہیں تو بتایا گیا کہ یہ بنوغفار کے قبیلے کے ہیں۔ پھر آپ نے اس راستے سے گزرنا مناسب نہ سمجھا اور 'صفراء' بستی کی دائیں جانب سے ہوکر گزر گئے۔

پیشہ: آپ کے خاندان کا پیشہ تو ڈاکہ زنی تھا لیکن آپ ابتدا ہی سے اس پیشہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور محنت مزدوری کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے۔ آپ ایامِ جاہلیت میں بھی عبادت گزار تھے۔ چوں کہ آپ کا قبیلہ اس شاہ راہ پر آباد تھا جو یمن سے لے کر شام تک چلی گئی تھی اور اسی شاہ راہ پر عرب کے تمام تجارتی قافلے آیا جایا کرتے تھے لہٰذا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تو بہت جلد آپ کی خبر آنے جانے والوں کے ذریعہ بنوغفار میں پہنچ گئی۔

حلیہ: آپ کا قد لمبا تھا، نحیف و کمزور تھے۔ رنگ گندم گوں اور نقش تیکھے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری کا بھائی اُنیس مکہ مکرمہ آرہا تھا۔ عمرو بن عبسہ آپ کے اَخیافی بھائی ہیں۔ آپ نے اُنیس سے کہا کہ سنا ہے، ایک آدمی نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے، ذرا اس سے ملاقات کر کے پورے حالات کا پتہ کرتے آنا۔ جب آپ کا بھائی مکہ مکرمہ سے واپس پہنچا تو آپ نے دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ قریش میں سے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) نامی ایک شخص اپنے آپ کو خدا کا رسول کہتا ہے۔ میں نے جب اس سے ملاقات کی تو اس نے کہا۔ خدا تعالیٰ کو ایک جانو، اس کا کوئی شریک نہیں، بتوں کی عبادت چھوڑ دو، کسی کو تکلیف نہ دو، برے کام نہ کرو اور خدا کی عبادت کرو اور خلق خدا کی خدمت کرو۔

حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا: کچھ اس سے آگے بھی بتاؤ تو اس نے کہا: میں اس سے آگے کچھ نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے میرے دل کو مطمئن نہیں کیا، میں خود مکہ مکرمہ جا کر حالات دریافت کروں گا۔ چنانچہ کچھ زادِ راہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پورے قریش میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ چکی ہے۔ حالات اتنے نازک تھے کہ آپ کے متعلق کسی سے کچھ پوچھنا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ آپ نے کسی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور خانہ کعبہ میں آکر بیٹھ رہے کہ شاید کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ خود بخود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو جائے اور کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سارا دن گزر گیا لیکن مقصود کو نہ پہنچ سکے۔

چونکہ بنو ہاشم خانہ کعبہ کے متولی تھے اور اس وقت ہمارے پیارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب اس منصب پر فائز تھے لہٰذا رات کو خانہ کعبہ کا دروازہ بند کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مسافر بیٹھا ہے۔ حضرت علی نے پوچھا: تم مسافر ہو؟ حضرت ابوذر نے کہا:

ہاں۔حضرت علی نے فرمایا: میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ آپ حضرت علی کے ساتھ چلے گئے۔رات کو کھانا اور ٹھکانا دونوں مل گئے۔صبح پھر خانہ کعبہ میں آ گئے۔پھر سارا دن گزر گیا لیکن گوہرِ مراد ہاتھ نہ آیا۔دوسری رات پھر حضرت علی نے دیکھا کہ وہی مسافر آج بھی بیٹھا ہے۔پوچھا کیا مسافر کو اپنی منزل نہ ملی؟ کہنے لگے: نہیں۔وہ پھر ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور حسبِ سابق مہمان کا حق ادا کیا لیکن دونوں راتیں بالکل خاموشی سے گزریں۔نہ تو حضرت علی نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو، کہاں سے اور کس کام سے آئے ہو اور نہ ہی حضرت ابوذر نے ان سے کچھ کہا۔تیسرے روز پھر خانہ کعبہ میں چلے آئے اور پھر سارا دن گزر گیا۔تیسری رات حضرت علی نے دیکھا کہ وہی مسافر بیٹھا ہے۔کہنے لگے: کیا ابھی بھی منزل کا نشان نہیں ملا؟ کہنے لگے: نہیں۔تو آپ نے فرمایا: آؤ پھر میرے ساتھ چلو۔چنانچہ وہ آپ ان کے پیچھے ہو لیے۔راستے میں حضرت علی نے پوچھا: آپ کس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں؟ تو حضرت ابوذر نے کہا: اگر راز داری کا وعدہ کرو تو عرض کروں۔حضرت علی نے کہا: وعدہ ہی سمجھو۔حضرت ابوذر نے کہا: میں نے سنا تھا کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ان کا پتہ کرنے آیا ہوں، اگر آپ کچھ جانتے ہوں تو میری راہنمائی کریں۔حضرت علی نے کہا: میں ان کو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں، آپ میرے ساتھ آجائیں، میں آپ کو ان کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔

حضرت علی نے یہ بھی کہا: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین آج بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں۔قریش کی دشمنی حد سے زیادہ بڑھ چکی ہے، تم نے بہت اچھا کیا جو کسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہ پوچھا ورنہ لوگ تمہیں بھی پیٹ دیتے۔اب بھی ذرا احتیاط سے آنا۔تم میرے پیچھے اتنے فاصلہ پر آؤ کہ اگر کوئی رستہ میں مل جائے تو اسے یہ گمان نہ ہو کہ تم میرے پیچھے آ رہے ہو۔اگر راستہ صاف ہو تو خیر ورنہ خدانخواستہ کوئی راستہ میں مل گیا تو میں اس طرح جوتا اُتار کر صاف کرنے لگوں گا جیسے کوئی کنکر وغیرہ جوتے میں آ گیا ہو اور اتنے میں تم سیدھے نکل جانا، میرے پاس نہ ٹھہرنا۔''

بارگاہِ نبوت میں حاضری

بالآخر اسی احتیاط سے چلتے ہوئے آپ بارگاہِ نبوت میں پہنچ گئے۔چہرہء انور دیکھتے ہی فوراً بول اُٹھے: ھذا الوجہ لیس بکذاب (یہ مبارک چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا) پھر گفتگو شروع ہوئی۔میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسلام کی دعوت پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھو، وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اچھے کام کرو، نیکی پھیلاؤ، برائی سے بچو اور برائی سے لوگوں کو روکو۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تھوڑا سا قرآن سنایا۔اس کے بعد انہوں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔روایتوں کے مطابق حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچویں مسلمان تھے۔

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

اسلام کی دعوت پیش کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت فرمائی:

''ابوذر! اس وقت اسلام بڑے سخت دور سے گزر رہا ہے۔مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیفیں دی جارہی ہیں۔ہماری تعداد اس وقت بہت تھوڑی ہے۔ہماری حمایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔کفار بدکردار کے دل میں جو آتا ہے، کر گزرتے ہیں اور جتنا کسی کو چاہتے ہیں، مارتے پیٹتے ہیں لہٰذا تم اپنے ایمان کو ظاہر نہ کرو اور چپ چاپ اپنے قبیلے میں چلے جاؤ۔وہاں جا کر اسلام کی تلقین کرو اور جو قرآن تم نے مجھ سے سیکھا ہے، یہ لوگوں کو سکھاؤ۔جب اسلام کا بول بالا ہوجائے، مسلمانوں کی تعداد بڑھ جائے، اس وقت میرے پاس چلے آنا۔''

ایمان کی حرارت

حضرت ابوذر غفاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سنا اور عرض کیا: حضور! میں یہاں سے چلا جاؤں گا، اپنے قبیلے میں رہوں گا، اسلام کی تلقین کروں گا اور جب اسلام کا غلبہ ہوگا اس وقت حاضر خدمت ہوں گا لیکن آپ اپنے حکم میں تھوڑی سی تبدیلی کرلیں۔میرا دل چاہتا ہے کہ خانہ کعبہ میں جا کر ایک دفعہ بلند آواز سے لوگوں کو قرآن سناؤں، اس کی اجازت فرمائیں۔آپ نے فرمایا: مار کھاؤ گے، خاموش رہو۔کہنے لگے: آج واقعی مار کھانے کو دل بے قرار ہے۔چنانچہ آپ نے اجازت دے دی۔حضرت ابوذر غفاری کاشانۂ نبوت سے نکل کر سیدھے خانہ کعبہ پہنچے۔قریشی سردار اور نوجوان سبھی دارالندوہ میں بیٹھے تھے کہ یک لخت قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔سانپ کی طرح بل کھا گئے اور خانہ

کعبہ میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک نوجوان قرآن پڑھ رہا ہے، اس پر ٹوٹ پڑے۔ مار پیٹ کے نتیجہ میں لباس تار تار ہوا اور چہرہ گلنار۔ جسم کا بند بند درد سے چیخ اٹھا لیکن اس بندۂ مومن کی زبان اور لب قرآن کی تلاوت میں مصروف رہے۔ کہیں سے حضرت عباس بن عبدالمطلب آ پہنچے تو ان کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کہ یہ تو بنوغفار کا آدمی ہے۔ یہ تمہارا تجارتی راستہ بند کر دیں گے اور بھوکے مر جاؤ گے۔ بہرحال انہوں نے چھڑا دیا۔ بارگاہِ نبوت میں پہنچے، لباس اور جسم خون آلود اور دل ایمانی قوت سے بھرا ہوا تھا۔ لباس تار تار اور جسم داغدار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: میں نے نہ کہا تھا کہ خاموشی سے نکل جاؤ۔ اب پتھر گرم کر کے جسم پر ٹکور کرو۔ عرض کیا ؂

دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اور ساتھ ہی عرض کیا: یا حضرت! ابھی دل کے ارمان پوری طرح نہیں نکلے، کل کے لیے پھر اجازت مرحمت فرمائیں۔ چنانچہ ان کا شوق دیکھ کر رسالتِ مآب نے پھر اجازت دے دی۔ کل کی نسبت آج کچھ ایمان سوا تھا۔ اسلام کی اس خار دار وادی میں قدم بے دھڑک اُٹھنے لگے۔ دل کا سوز اور زبان کا جوش دونوں اپنی جوانی پر تھے۔ کل کی مار خدا ہی جانے اس اسلام کے دیوانے کو کتنے مراحل طے کرا گئی تھی۔ آج سیدھے دارالندوہ ہی پہنچے جہاں قریشی سرداروں اور نوجوانوں کا جمگھٹا رہتا تھا۔ جسم پر وہی کل والا خون آلود اور تار تار لباس تھا۔ جسم پر جگہ جگہ نئے نئے زخم لگے ہوئے تھے لیکن چال میں ایک وقار تھا اور گلے میں سوز۔ قرآن کے الفاظ، لہجہ عربی اور دل ایمان سے معمور، فضا میں قرآن کی آواز بلند ہوئی اور وہ آواز جو مومنوں کے کانوں میں رس گھولتی تھی، کفار اشرار کے کانوں میں زہر گھول گئی۔ بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور فضا میں دو آوازیں برابر سنائی دیتی رہیں۔ ایک قرآن کی آواز اور دوسری مار پیٹ اور گالی گلوچ کی آواز۔ آج جسم پہلے کی نسبت خوب لہولہان ہوا تھا۔ دل کی حسرتیں پوری ہوگئیں۔ شاداں و فرحاں قرآن پڑھتے گئے۔ آج پھر حضرت عباس کو پتہ چلا تو آپ دارالندوہ میں آئے۔ اُن کو چھڑایا اور قریش کو کہا: خدا تمہارا برا کرے، اگر تمہاری تجارت بند ہوگئی تو کتنے دن جیو گے۔ اپنی شاہ رگ پر چھری نہ رکھا کرو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارا جسم لہولہان تھا۔ آج دل مطمئن تھا، طبیعت سیر ہو چکی تھی اور اس مار کے دوران خدا ہی بہتر جانے، آپ کو کتنے راز منکشف ہوئے۔

کفر اور ایمان کا مزاج

ذرا غور کرو، کفر کتنا ڈرپوک اور بزدل ہے اور ایمان کتنا جری اور دلیر۔ یہ ایک ہی شخص کی زندگی کے دو نمونے ہیں۔ صرف ایک دن پہلے طبیعت پر کفار کا اتنا خوف مسلط ہے کہ کسی سے ڈر کے مارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتے تک نہیں۔ مبادا کوئی تکلیف نہ پہنچے اور دوسرے دن جب مسلمان ہو گئے تو اتنی جراءت پیدا ہوگئی کہ طبیعت بے اختیار ہونے لگی اور اس کا انجام؟۔ اس سے بالکل بے پرواہ ہوگئی۔

واپسی

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں چند روز رہنے کے بعد اپنے قبیلے میں واپس آ گئے اور جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، اس کی تعمیل میں دن رات کوشاں رہے۔ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے قبیلے کے کئی آدمی مسلمان ہو کر بارگاہِ نبوت میں پہنچتے رہے اور اس ایمانی شان سے پہنچتے کہ میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بے اختیار دعا نکل جاتی: غَفَّارٌ غَفَرَ اللّٰہُ لَھَا (بنوغفار کو اللہ معاف کرے) لیکن وہ سراپا عشق و سرمستی خود پورے سترہ سال تک مہجوری کی بھٹی میں پڑے رہے اور خالص کندن بن کر دمکے اور جگمگائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جب اسلام کا بول بالا ہو جائے، اس وقت میرے پاس آنا۔ پھر ابوذر خندق کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔

ابوذر غفاری کون تھے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سال پہلے ان کے دل میں ایمان کا بیج بویا تھا، آج وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا، اس کے پھل پک کر تیار ہو چکے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری کون تھے؟ اس بھری پُری دنیا میں ایک غریب الدیار، ایک مسافر جس کی نگاہوں میں دنیا کی بے ثباتی اور دل میں دنیا سے بے رغبتی کا ایک لازوال تصور تھا۔ وہ ابوذر جس کے خاندان کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا، وہ آج دنیائے انسانیت کا تاجدار تھا۔ غریبوں، تنگدستوں محتاجوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرنے والا، جو ہاتھ میں آئے غریبوں پر خرچ

کر دینے والا اور دوسروں کے پاس جائز ذرائع سے پیدا شدہ حلال کی دولت بھی دیکھ کر ان سے اُلجھ جانے والا کہ اس دولت کو اپنے پاس رکھتے ہی کیوں ہو۔اس کی ساری دولت کو غریبوں پر خرچ کر دو تا کہ دنیا میں کوئی آدمی غریب نہ رہے۔

حضرت ابوذر کا مقام

حضرت ابوذر غفاری جتنی دیر بعد آئے، اتنے ہی درست آئے ۔سارا گھر خدامِ نبوت میں شامل ہو گیا۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگ گئے۔ان کی بیوی اُمہات المومنین کی خدمت میں پہنچ گئیں۔صدقہ کے اونٹ کچھ جمع ہو چکے تھے۔رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: صدقے کے اونٹ کون چرائے گا؟ حضرت ابوذر اٹھ کھڑے ہوئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ بھر کر دیکھا۔مطلب یہ تھا کہ سترہ سال کی طویل جدائی کے بعد ملے ہو تو اب پھر جدا ہونے کو دل چاہ رہا ہے۔عرض کیا: حضرت! میرا بیٹا اونٹ چرائے گا۔اگر کاشانۂ نبوت کی گلہ بانی نصیب ہو جائے تو تاجِ خسرو سے سوا ہے۔بہر حال ان کے بیٹے ذرّ بمعہ اپنی بیوی لیلیٰ کے اونٹ لے کر چراگاہ میں آ گئے۔یہ چراگاہ مدینہ منورہ کی مشہور چراگاہ غابۃ تھی جو کہ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف تین چار میل کے فاصلے پر تھی۔انہی اونٹوں میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اونٹ بھی تھے۔ بلکہ آپ کی مشہور زمانہ اونٹنی عضباء بھی انہی میں تھی۔

عیینہ بن حسن بن حذیفہ بن بدر کو پتہ چلا کہ مدینہ کی چراگاہ میں مسلمانوں کے بہت سے اونٹ چرتے ہیں اور رکھوالا صرف ایک آدمی ہے۔وہ بنو غطفان کی ایک جماعت لے کر چراگاہ پر حملہ آور ہوا۔اس نے حضرت ابوذر کے بیٹے ذرّ کو قتل کر دیا،ان کی بیوی لیلیٰ کو اٹھا لیا اور اونٹ ہانک کر لے گیا۔چراگاہ سے نکلتے ہی سلمہ بن اکوع نے اسے دیکھ لیا کہ چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے جا رہا ہے۔سلمہ بڑے بلند آواز تھے۔ایک پہاڑی پر چڑھ کر بلند آواز سے مدینہ کی طرف منہ کر کے پکارا کہ جلدی آ جاؤ غطفانی حملہ کر کے اونٹ لے جا رہے ہیں۔چنانچہ ان کی آواز مدینہ کی پہاڑیوں سے ٹکرا کر گونجنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر لے کر تعاقب کیا۔اونٹ چھڑا لیے اور غطفانیوں کا مالِ غنیمت لے آئے۔ذر کی بیوی اور حضرت ابوذر غفاری کی بہو لیلیٰ بھی واپس آ گئیں۔

مدینے پہنچ کر لیلیٰ نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں (قید کے دوران) آپ کی اونٹنی عضباء پر سوار رہی ہوں، میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اونٹنی پر نجات دی تو میں اس کو خدا کی راہ میں ذبح کروں گی۔اب کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تو نے اس کو بہت برا بدلہ دیا۔وہ تو تجھے بچائے اور تو اس کو ذبح کر لے اور پھر یہ بھی تو دیکھو، وہ میری اونٹنی ہے، تمہاری نہیں۔اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

ملازمتِ نبوی

جنگِ خندق کے بعد حضرت ابوذر غفاری تمام جنگوں میں ہم رکاب رہے۔دن رات آپ کی صحبت میں رہتے۔پھر ایک روز ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری ہونے لگی اور یہ جنگ تھی: غزوہ تبوک جو کہ ۹ ر ہجری میں پیش آئی۔اس جنگ کا پس منظر یہ تھا کہ ہرقل نے مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ سن لیا اور خوف زدہ ہو کر جنگ کی تیاری کرنے لگا کہ کہیں ہم پر مسلمان حملہ نہ کریں۔ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شاہِ روم کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نے بجائے اس کے کہ اس حملے کا انتظار کرتے، اس کے ملک میں اس کی مدافعت کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔اب صورتِ حال یہ تھی کہ دشمن کی فوج ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور وہ بھی تربیت یافتہ فوج۔سفر نہایت دور دراز کا تھا۔موسم انتہائی گرم تھا، باغوں کے پھل پکے ہوئے تھے۔پچھلا ذخیرہ خوراک ختم ہو چکا تھا اور سفر پر جانے سے آئندہ کا پھل ضائع ہو جانا یقینی تھا۔یہی وجہ تھی کہ اس لڑائی کا نام جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) پڑ گیا۔

ایسے موقع پر مومن مخلص ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب نکل سکتے تھے۔منافقوں سے اس کی کوئی توقع نہ تھی۔منافقوں کی اکثریت تو مختلف بہانے بنا کر مدینہ منورہ سے نکل ہی نہ سکی اور کچھ منافق ساتھ نکلے تا کہ یہ پتہ نہ چل جائے کہ سارے منافق ہی پیچھے رہ گئے ہیں لیکن راستہ سے واپس ہونے لگے۔کوئی ایک منزل سے کوئی دو منزل سے لیکن مخلص مسلمانوں میں سے کوئی آدمی بھی پیچھے نہ رہا۔ ماسوائے ان تین آدمیوں کے جن کو خدا تعالیٰ کی مشیت نے ہی پیچھے رکھ لیا تھا۔مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد تیس ہزار تھی۔سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزانہ شام کو رپورٹ مل جاتی کہ اس منزل پر فلاں فلاں آدمی پیچھے رہ گیا ہے۔تو آپ فرماتے: چھوڑ دو اس کو، اگر

اس میں کوئی بھلائی ہے تو وہ تم سے آ ملے گا اور اگر منافق ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نجات بخشی۔

حضرت ابوذر غفاری بھی پیچھے رہ گئے

پھر ایک دن یہ رپورٹ پیش ہوئی کہ ابوذر پیچھے رہ گئے ہیں۔ (جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا اونٹ کمزور اور لاغر تھا، وہ تھک گیا تو آپ نے کچھ دیر ستانے کے لئے چھوڑ دیا لیکن دوسرے دن تک بھی سفر کے قابل نہ ہوا تو اسے جنگل ہی میں چھوڑ دیا اور پالان اور سامان سر پر اُٹھایا اور پیدل سفر کرتے ہوئے لشکر سے آ ملے) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات کہی جو پہلے کہتے تھے۔ پھر ایک منزل پر آپ نے پڑاؤ کیا تو کسی نے کہا: یارسول اللہ! کچھ گرد اُڑتی نظر آ رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی آدمی آ رہا ہے۔ آپ نے دعا فرمائی: یا اللہ! ابوذر ہو۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! وہ ابوذر ہی ہیں۔ تو زبانِ رسالت سے یہ اَلفاظ صادر ہوئے کہ ''اللہ ابوذر پر رحم کرے۔ یہ خدا کی راہ میں اکیلا سفر کرتا ہے اور اکیلا ہی مرے گا اور قیامت کو اکیلا ہی اٹھے گا۔'' اور پھر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ اس پیشین گوئی کا ایک ایک لفظ پورا ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ان کی طبیعت کچھ ایسی مجروح ہوئی کہ مدینہ کی گلیاں اور بازار کاٹ کھانے کو دوڑتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز دیکھتے تو بے اختیار ہو کر روتے اور اتنا روتے کہ بے حال ہو جاتے۔ آخر آپ کی بیوی اُمّ ذر اور دوسرے لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ آپ مدینہ منورہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جائیں چنانچہ آپ شام کے علاقہ میں چلے گئے۔

قرآنِ مجید میں ہے: وَیَسْئَلُونَکَ مَاذَا یُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (سورۃ البقرۃ) (لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیں کہ تمہاری ضروریات سے جو زائد ہو، وہ فی سبیل اللہ خرچ کردو) اسلام کے ابتدائی عہد میں چوں کہ غربت زیادہ تھی اس لیے حکم دیا گیا تھا کہ ضروری اخراجات کے بعد باقی جو بچے وہ غریبوں کو دے دیا کرو لیکن بعد میں جب فراخی و رفاہیت کا زمانہ آیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض کر دی اور باقی اُنتالیس حصے صاحبِ مال کو اللہ تعالیٰ نے دے دیے۔ چنانچہ صحابہ کرام مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے اور باقی مال اپنے تصرف میں لاتے لیکن حضرت ابوذر اپنے اسی پرانے مسلک پر سختی سے کاربند رہے اور جب دوسروں کو مسئلہ بتاتے تو بھی یہی کہتے کہ جو ضرورت سے بچ رہے، وہ خدا کی راہ میں دے دو۔ اس بارے میں وہ اپنے سے بڑے صحابہ کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کرتے نہ ہی فتویٰ اور تقویٰ کا فرق ملحوظ رکھتے۔ حالانکہ فتویٰ اور چیز ہے اور تقویٰ اور چیز ہے!

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَجلہ صحابہ کرام سے ہیں۔ بڑے عابد، زاہد، اور شب زندہ دار تھے۔ پوری اُمت کے علاوہ صحابہ کرام بھی ان کا احترام ملحوظ رکھتے اور ان کے مسلک کو لازمی نہ سمجھتے ہوئے بھی ان سے اُلجھنا پسند نہ کرتے۔

شام سے واپسی

شام سے واپس آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابوذر غفاری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت امیر معاویہ ان دنوں حضرت عثمان غنی کی طرف سے شام کے گورنر تھے۔ آپ کے پاس حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی تشریف فرما تھے۔ ان دنوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی وفات ہوئی تھی اور انہوں نے جتنی دولت اپنے ترکہ میں چھوڑی تھی، اس کا ہر جگہ چرچا تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے حضرت ابوذر غفاری کی موجودگی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی دولت کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ ''بتاؤ! تمہارے خیال میں جو عبدالرحمٰن نے اتنی دولت جمع کر رکھی تھی، یہ صحیح ہے یا غلط، جائز تھی یا ناجائز؟'' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا اگر حضرت عبدالرحمٰن اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر رہے ہوں تو پھر آخر کیا حرج ہے، ٹھیک ہے۔ یہ جواب چوں کہ حضرت ابوذر غفاری کے مسلک کے خلاف تھا لہٰذا آپ اپنا عصا اُٹھا کر ان کو مارنے کے لیے دوڑے۔ حضرت امیر معاویہ نے بیچ بچاؤ کر کے ان کو بچا لیا اور پھر حضرت ابوذر غفاری سے کہا کہ جو کچھ آپ نے کیا صحیح نہیں تھا اور جو آپ نے ایک نظریہ قائم کر لیا ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس معاملے میں آپ دیگر صحابہ کرام سے اتفاق کریں اور پھر یہ بھی سوچیں کہ اگر ساری دولت ہی دینا درست ہو تو زکوٰۃ اور زکوٰۃ کے تمام مسائل تو محض بے فائدہ ہو گئے۔ اس مسئلہ میں چونکہ حضرت امیر معاویہ سے اختلاف ہو گیا اور پھر یہ اختلاف بڑھتا گیا بالآخر حضرت ابوذر نے کہا

کہ جب تک تم شام میں ہو، خدا کی قسم میں شام میں نہیں رہوں گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری کیفیت حضرت عثمان غنی کو لکھ کر بھیج دی۔ آپ نے ہدایت بھیجی کہ ابوذر غفاری سے بالکل نہ اُلجھو۔ وہ ایک متقی بزرگ ہیں، ان کے احترام کو ملحوظ رکھو۔ لیکن چونکہ وہ قسم اٹھا چکے ہیں کہ جب تک تم یہاں ہو میں شام میں نہیں رہوں گا لہٰذا ان کو میرے پاس مدینہ منورہ بھیج دو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط سن کر حضرت ابوذر مدینہ واپس آ گئے لیکن طبیعت میں وہی سادگی رہی۔ مدینہ منورہ میں بھی اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے لگے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے، ہم آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں اور آپ کو اپنے لیے ایک مسلک منتخب کر لینے پر بھی حق بجانب سمجھتے ہیں لیکن جہاں تک اس مسئلہ کا عوام سے تعلق ہے، آپ کا دوسروں کو مجبور کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی آپ کو اس رائے کی تبلیغ کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ امیر المومنین کا نظریہ سمجھ کر حضرت ابوذر غفاری نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے مدینہ سے باہر کسی جگہ سکونت کرنے کی اجازت دے دیں جہاں عوام مجھ سے نہ مل سکیں اور نہ میں ان کو تبلیغ کر سکوں۔ چنانچہ حضرت عثمان نے ان سے کہا کہ آپ 'ربذہ' چلے جائیں۔ ربذہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ تھی جہاں بالکل معمولی سی آبادی تھی لیکن اس زمانہ میں وہ بالکل بے آباد ہو چکی تھی۔

۳۱ یا ۳۲ ہجری میں حضرت ابوذر غفاری مقامِ ربذہ میں بیمار پڑ گئے اور بیماری زیادہ بڑھ گئی تو پاس چوں کہ ایک غلام اور ایک بیوی تھی، ان کو فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر خدانخواستہ ان کی وفات ہو گئی تو ان کے کفن دفن کا بندوبست کیسے ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اس بات کو بھانپ لیا، کہنے لگے: جب میری موت ہو جائے تو میرے جنازہ کو رستے پر رکھ دینا۔ مسلمانوں کا ایک قافلہ آئے گا، انہیں کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوذر غفاری کا یہ جنازہ پڑا ہے، اسے دفن کرتے جاؤ۔

چنانچہ آپ کی وفات ہو گئی۔ بیوی اور غلام نے مل کر غسل دیا اور کفن دے کر جنازہ راستے پر لا رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراقیوں کی جماعت کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لیے تشریف لا رہے تھے تو انہوں نے ایک عورت کو راہ پر کھڑے دیکھا تو پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا: اُمّ ذر۔ آپ نے پوچھا: ابوذر کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ ان کا جنازہ پڑا ہے، اسے دفن کرتے جاؤ۔ عبداللہ بن مسعود دھاڑیں مار مار کر روئے اور جنازہ پڑھ کر اُن کو دفن کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی بتائی کہ ابوذر تو خدا کی راہ میں اکیلا سفر کرتا ہے۔ اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

مصادر: یہ مضمون بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، تقریب، اکمال، تہذیب اور اخبار سے اَخذ کیا گیا ہے۔

●●

(بقیہ ص ۳۱ کا) اگر وہ غصے کے وقت بھی اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے تو سمجھ جاؤ وہ واقعی کھرا انسان ہے ورنہ اس کی شخصیت کھوٹی ہے۔ اپنی شخصیت کو کھرا بنانے کے لیے ابھی اسے مزید تربیت کی ضرورت ہے۔

ایک اور راز کی بات گرہ باندھ لیجیے، مسئلہ اختلاف کا نہیں ہے، اختلاف تو ہر جگہ ہوتا ہی ہے۔ خود انسان کی شخصیت اختلافات کا مجموعہ ہے، ہم صبح میں کچھ ہوتے ہیں، دوپہر میں کچھ اور شام کو کچھ۔ اختلافات کبھی ختم ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے بلکہ مسئلہ صرف اور صرف اختلاف کو برداشت کرنے کا ہے۔ اگر آپ کے اندر اختلاف کو برداشت کرنے کی صلاحیت ہے تو سمجھ لیجیے آپ زندگی جینے کے ہنر سے اچھی طرح واقف ہیں اور اگر نہیں ہے سمجھ لیجیے ابھی آپ زندگی کے میدان میں دوڑنا تو بہت دور کی بات ہے چلنے کے بھی قابل نہیں ہو سکے ہیں۔ اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھیے کہ اختلاف کو کبھی مخالفت کا درجہ مت دیجیے۔ اختلاف میں اس وقت تک حسن برقرار رہتا ہے جب تک وہ اختلاف رہتا ہے لیکن وہ جوں ہی مخالفت میں تبدیل ہوتا ہے تو پھر اس کا قبح نمایاں ہو جاتا ہے اور یہ صرف نمایاں نہیں ہوتا بلکہ اردگرد کے لوگوں پر بھی اپنی سیاہ چادر پھیلا دیتا ہے۔ اس لیے اگر زندگی کو پُر معنی بنانا ہو، اس میں رنگ بھرنا ہو اور بھرپور زندگی کے مزے لینے ہوں تو عدم برداشت کا ہنر سیکھ لیجیے۔ ان شاء اللہ آپ کو کبھی بھی کسی سے کوئی شکایت نہیں ہوگی اور آپ کی زندگی خوش و خرم گزرے گی۔

●●

خدارا پہلے اپنی تربیت تو کرلیں!(۲)

از:صادق رضا مصباحی

احساسِ مروت کی موت پر ہمارا مرثیہ

اقبال نے کہا تھا:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

اگر ہم اس شعر کا حقیقی مصداق دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم میں سے ہر ایک کو آئینے کے سامنے کھڑے ہوجانا چاہیے،آئینے میں جو چہرہ اور جو پیکر منعکس ہوگا وہ یقیناً اس شعر کے حقیقی مصداق تک پہنچادے گا ۔آئینے کی مثال دینے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ہم میں سے بیشتر لوگ کم از کم دو چہروں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ہم میں سے تقریباً سبھی کا احساسِ مروت کچلا جاچکا ہے۔ ہمیں دوسروں کی قدر و قیمت کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں،ہاں ہمارا یہ احساس اس وقت فزوں ہوجاتا ہے جب کسی سے ہمارا تعلق مادی ہوتا ہے اور اس مادی تعلق کا جال مکڑی کے جالے کی طرح ہمیں ایک دوسرے سے باندھے رکھتا ہے۔اگر ہمیں کسی سے کوئی فائدہ نہیں،کوئی مطلب نہیں،کوئی کام نہیں،کوئی لالچ نہیں تو پھر ہمارے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ وہ شخص کتنا لائق وفائق اور دوسروں کے لیے کتنا کارآمد ہے۔وہ زمانہ تاریخ کے دوش پر سوار ہوکر بہت دور جاچکا جب کسی بے اصولی،جھوٹے،مکار،فریبی اور برے شخص کی سماج میں کوئی عزت نہ تھی،ہر کوئی اس سے کتراتا تھا اور دوسروں کو اس سے بچنے کی تلقین بھی کرتا تھا۔اس بات کی قطعاً پروا نہیں کی جاتی تھی کہ یہ فریبی شخص کس قدر دولت منداور صاحبِ مسندواقتدار ہے۔گئے زمانے میں اصول وضابطے جسم میں پھیلی شریانوں کی طرح ہمارے فکری واخلاقی وجود میں پھیلے ہوتے تھے اور ہمیں خون پہنچاتے رہتے تھے مگر اب یہ رگیں کاٹی جاچکی ہیں اور خون کی فراہمی بند ہوچکی ہے اس لیے ہمارا پورا فکری واخلاقی وجود ہی بے جان اور مردہ ہوچکا ہے۔ اب شاید و باید ہی ہم میں کوئی ایسا ہو جو ہم سے اصولی اور اخلاقی بنیادوں پر ترکِ تعلق کرتا ہو یہی وجہ ہے کہ ہمیں براکام کرنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی کیوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ اب کوئی واعظ وناصح باقی نہیں رہا اور اگر کوئی واعظ وناصح ہے بھی تو ہمیں اس کے دامن پر بھی داغ دھبے نظر آتے ہیں۔گویا آج ہم ایک ایسے حمام میں کھڑے ہیں جس میں ہم سب ننگے ہیں۔

آپ سب میرے ساتھ اس بات کی عینی شہادت دیں گے کہ آج چاپلوسوں کا زمانہ ہے،اصولی لوگوں کا نہیں۔آپ کتنے ہی اچھے انسان ہوں،پڑھے لکھے ہوں،صاحبِ اقدار ہوں،روایات کے امین ہوں اور معاشرے کے جوہر ہوں مگر آپ کی تمام صلاحیتیں اس وقت تک کنارے پڑی سڑتی رہتی ہیں جب تک کہ آپ کے اندر ایک اور ہنر نہ ہو اور وہ ہنر ہے چاپلوسی کا،جھوٹی تعریف کا،موقع پرستی کا،منافقت کا۔سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے کہ ہم بڑی خوب صورتی سے اپنے ان سارے عیبوں کو مصلحت کوشی کے لفافے میں پیش کرتے ہیں۔اگر آپ کے اندر یہ ہنر ہے تو پھر سمجھیے یہ مذکورہ ساری صلاحیتیوں پر بھاری ہے اور آپ ایسی حقیقی خوبیوں والے افراد پر غالب ہی رہیں گے۔کتنے ایسے لوگ میری نگاہ میں ہیں جو دوسروں کا کام محض اس لیے کرتے ہیں کہ انہیں ان سے کام پڑتا رہتا ہے یا انہیں ان سے کسی فائدے کی توقع ہوتی ہے۔اگر ان کے پاس کوئی حقیقی ضرورت مند انسان کسی ضرورت یا مدد کے لیے چلا جائے تو یہ لوگ اکثر معذرت کرلیتے ہیں اور اگر کام کربھی دیں تو پھر احسان جتلا کر شرمندہ کرنا ان کا معمول ہے۔جب کہ دوسری طرف اپنے مفاد اور مطلب کے لوگوں کو یہ کہہ کر فائدہ پہنچاتے ہیں کہ دراصل وہی لوگ ان کے صحیح معنوں میں بڑے مخلص اور عزیز ہیں۔ایسا اس لیے ہورہا ہے کہ یہ دور مادی دور ہے،مشینی دور ہے،سائنسی دور ہے۔اس مشینی اور سائنسی دور نے ہر انسان کو اتنا جلد باز بنادیا ہے کہ اسے صرف اور صرف دنیا نظر آرہی ہے،اسے آخرت نظر نہیں آرہی،وہ جلد از جلد فائدہ حاصل کرنا

چاہتاہےاورمعاشرے میں اپنا مقام بنانے کے لیے ہاتھ پیر مارتا ہے ۔اس کے لیے وہ ہر حربہ آزماتا ہے۔یہی وجہ ہے اب ہم میں انسانیت نہیں رہی ،ہم میں احساسِ مروت نہیں رہا۔مشینوں کی حکومت اور مادیت کے بوجھ تلے ہمارا احساس،انسانیت،مروت،محبت سب کچھ کچلا جارہا ہے،سب کی موت واقع ہورہی ہے مگر ہمیں ان کی موت پر رتی بھر بھی افسوس نہیں ہے کیوں کہ ہمیں اپنی اقدار،روایات اور ورثے کی اہمیت کا اندازہ نہیں اور جسے کسی چیز کی اہمیت کا اندازہ ہی نہ ہوا سے اس چیز کی طرف متوجہ کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے لہٰذا یہ سطوران عناصر کی موت پر بطور پرسہ یا بطور مرثیہ لکھی جارہی ہیں،اصلاح کے لیے نہیں کیوں کہ اصلاح کی طرف سے ہم نے اپنے سارے دروازے بند کرر کھے ہیں،اب ہم موت کی دستک پر ہی یہ دروازہ کھو لیں گے۔

☆☆☆

لوگ خودکشی کیوں کرتے ہیں؟

عروس البلاد ممبئ میں گزشتہ دنوں خودکشی کے واقعات اتنی تیزی سے رونما ہوئے ہیں کہ حساس فرد یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ آخر آج کا انسان اپنی زندگی سے اتنا مایوس کیوں ہو چکا ہے اور اس انتہائی اقدام پر خود کو آمادہ کرنے پر راضی کیوں کر ہو جاتا ہے۔یہ ایک بڑا سنجیدہ سوال ہے جو انتہائی شدت سے اپنے جواب کا منتظر ہے۔آیئے جانیں کہ ان حادثات کے پیچھے کون سا ''راز'' کھڑا ہے۔

انسان جب چاروں طرف سے ناامید ہو جاتا ہے اور اس کے مقاصد اور اہداف کے راستے میں جب جگہ جگہ مشکلات ومسائل کا جنگل سا اُگ آتا ہے تو پتہ نہیں کون سا کیڑا اس کے دماغ کو اندر اندر ڈستا رہتا ہے کہ وہ اس سے خودکشی کروا بیٹھتا ہے۔اس سے ایک بات سمجھ میں آئی کہ خودکشی کے واقعات کا بنیادی سبب دراصل ناامیدی ہے۔مزید غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سے دوری کو ان واقعات وحادثات میں ایک بنیادی سبب کی حیثیت سے تسلیم کیا جانا چاہیے کیوں کہ یہ مذہب ہی ہے کہ جو انسان کو روحانی طور پر قوی بناتا ہے اور اس کا اندرون مضبوط کرتا ہے۔مذہب خدا پر توکل کرنا سکھاتا ہے۔وہ اسے بتاتا ہے کہ ہر چیز بندے کی خواہش کے مطابق نہیں ہوسکتی کیوں کہ جو انسانوں کا خالق ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ کس بندے کو،کون سی چیز دینی مناسب ہے اور کتنی مقدار میں دینی مناسب ہے۔اسے اس طرح سمجھیے کہ جس طرح ایک ماہر ڈاکٹر ہی یہ تجویز کرسکتا ہے کہ کس مریض کو کون سی دوا کس مقدار میں دینی ہے، کب دینی ہے اور کب تک دینی ہے۔اس کے برخلاف اگر کوئی مریض خود ہی ڈاکٹر بن بیٹھے اور خود ہی دوائیں تجویز کر کے استعمال کرنے لگے تو ظاہر ہے اس کا انجام موت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ خودکشی کے واقعات کا تجزیہ بھی ہمیں اسی حقیقت تک پہنچا دیتا ہے۔ آپ سروے کرلیں ،خودکشی کرنے والوں میں ۹۰ ؍ فیصد حضرات انتہائی مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور یہ مایوسی اس لیے ہوتی ہے کہ وہ مذہب سے بہت دور ہوتے ہیں۔آپ نے بعض مسلم نوجوانوں کے بھی خودکشی کے واقعات سنے ہوں گے مگر آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ وہ مذہب سے بہت دور تھے ،ان کا صرف نام مسلمانوں کا سا تھا۔آپ نے کبھی کسی مذہبی انسان کو خودکشی کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔خاص طور پر دینی انسان تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اسلام میں مایوسی کفر ہے۔یہاں کفر کا مطلب نعمتوں کی ناشکری ہے۔خودکشی دراصل خدا کی نعمتوں کی ناشکری اور بے قدری کا دوسرا نام ہے ۔ اللہ عزوجل کو شکرادا کرنے والے بہت پسند ہیں ۔اس کا وعدہ ہے اگر تم میری نعمتوں پر شکریہ ادا کرتے رہوگے تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کرتا رہوں گا۔ روحانیت کی بلندی پر فائز حضرات اس تجربے سے اکثر گزرتے رہتے ہیں کہ شکر انہیں زندگی کی حقیقتوں سے کس قدر آگاہی بخشتا ہے۔شکر انہیں صحیح معنوں میں جینا سکھاتا ہے،شکر انہیں قدم بقدم بتاتا رہتا ہے کہ دنیا میں انسان کی مکمل خواہشات پوری نہیں ہوسکتیں،کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ جو چیز انسان اپنے لیے بہتر سمجھ رہا ہو وہ اپنی اصل میں اس کے لیے مضر ہو اور جسے وہ اپنے لیے مضر سمجھتا ہو وہ اپنی اصل میں اس کے لیے بہتر ہو۔قرآن مجید کی ایک آیت میں یہی نشاندہی کی گئی ہے اور یہ وہ آیت ہے جو مسلمان کی ڈھارس بندھاتی ہے،اس کی ہمت افزائی کرتی ہے ،اس کے دل کو سکون سے بھر دیتی ہے،اسے خدا سے قریب کر دیتی ہے اور انسان جیسا بھی ہوتا ہے اور جس حال میں بھی ہوتا ہے،خوش حال رہتا ہے ۔یاد رہے کہ خوش حالی کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انسان کے پاس بے

شمار دولت ہو،نوکر چاکر ہوں،منصب ہو،شہرت ہو،عزت ہو۔نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔تجربہ یہ ہے کہ یہ چیزیں انسان کو مالدار تو بناتی ہیں ،خوش حال نہیں بناتیں۔خوش حالی دلوں کے سکون اور خدا پر مکمل اعتماد سے آتی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ آج کے انسانوں بلکہ آج کے مسلمانوں میں بھی یہ خوش حالی ختم ہوتی جارہی ہے،اسی لیے بے چینی بڑھ رہی ہے،مسائل کا پہاڑ کھڑا ہوگیا ہے اور انسان قدم قدم پر شکوہ کرنے ،ایک دوسرے کا حق مارنے اور اپنے اندر کی بے چینی سے پریشانی کا سامنا کررہا ہے۔

خودکشی کے پیچھے اصلی سبب انسان کی عدم مذہبیت ہی ہے ۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کو نئی نسلوں کو مذہبی تعلیم سے آشنا کرائیں، انہیں بتائیں کہ اسلام کیا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے ۔اس کے ساتھ ہمارے مسلم نمائندوں کی ایک دوسری ذمے داری یہ بھی ہے کہ وہ برادرانِ وطن کو بھی بتائیں کہ فطرت کیا ہے ،فطری اصول کیا ہیں اور فطری زندگی کیسے بسر کی جاسکتی ہے ۔اگر ہم برادران وطن کو فطرت اور فطری امور کے بارے میں بتائیں گے تو لاشعوری طور پر یہ فطری امور اسے ہمارے مذہب اور ہمارے دین سے قریب کردیں گے کیوں کہ اسلام فطرت کے عین مطابق ہے ۔خودکشی کے بڑھتے واقعات کے پیش نظر ہماری ذمے داری مزید فزوں تر ہوجاتی ہے اور ہم کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے بلکہ اس کی تبلیغ شروع کردینی چاہیے۔

☆☆☆

زندگی جینے کا ہنر سیکھ لیں

آپ اگر کسی سرکاری،نیم سرکاری،ذاتی ،عوامی یا کسی بھی طرح کے ادارے میں ملازم ہیں تو آپ اپنے ساتھی کے کسی نہ کسی رویے سے ضرور شاکی ہوجائیں گے ،نہ صرف یہ کہ شاکی بلکہ آپ کی عجلت پسند طبیعت اس شکایت کا اشتہار بن جائے گی ۔ مجھے آج تک کسی بھی دفتر میں کام کرنے والا ایسا کوئی بھی خوش بخت انسان نہ ملا جسے اپنے دفتر کے کسی نہ کسی ساتھی سے شکایت نہ ہو۔یہاں سوال یہ ہے کہ یہ شکایات کیوں پیدا ہوتی ہیں اور ان سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟

اس کا علاج بہت آسان ہے اور وہ ہے حقیقت پسندی کا نظریہ۔ جب تک آپ حقیقت پسند بنے رہیں گے تب تک آپ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہوگی اور جب آپ حقیقت پسندی سے نیچے اتر جائیں گے تو آپ کا اندرون آپ کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں پر آنسو بہانا شروع کردے گا اور پھر آپ ہر وقت کسی نہ کسی کے سامنے شکایات کی گٹھری کھول کر بیٹھ جائیں گے ۔ایک مفکر نے اس معاملے کو بڑی اچھی طرح سمجھایا ہے ۔یہ مفکر ایک جگہ دعوت میں کہیں گئے تھے ۔شدید گرمی تھی ،پنکھا چل رہا تھا ۔اچانک کوئی پرندہ کہیں سے آیا اور پنکھے کے پروں سے الجھ کر زخمی ہوگیا اور کچھ دیر بعد مرگیا ۔ موصوف مفکر کا تخلیقی ذہن جاگ اٹھا اور انہوں نے اپنے قارئین کو یہ مثال دیتے ہوئے سمجھایا کہ جب تک آپ اپنے مدار میں گھومتے رہتے ہیں، جب تک آپ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں تب تک آپ کو کسی سے شکایت نہیں ہوسکتی لیکن جب آپ کسی کے کام میں مداخلت شروع کردیتے ہیں تو بس وہیں سے شکایات کا آغاز ہوجاتا ہے ۔ پنکھا اپنے مدار میں گھوم رہا تھا،اس سے کسی سے کوئی شکایت نہ تھی لیکن جوں ہی پرندہ اس کی حد میں آیا تو اسے یقیناً شکایت ہوئی ہوگی ۔اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ زخمی بھی ہوگیا اور اپنی جان سے بھی گیا۔

ایک بات اور یاد رکھیے، بہت ساری شکایات بلکہ بیشتر شکایات غلط فہمی پر مبنی ہوتی ہیں ،ان شکایات کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا مگر ہم انسان چوں کہ بہت جلد باز واقع ہوئے ہیں ۔ہماری فطرت ایسی ہے کہ قرآن نے بھی ہمیں عجولا کا لقب دیا ہے یعنی جلد باز۔ہم بہت جلدی کسی سے بھی بدگمان ہوجاتے ہیں،غلط فہمی کا روگ پال لیتے ہیں ،دوسرے کی برائیاں کرتے ہیں ،اور جب ہمارے دل پر ان برائیوں کی تہ بیٹھ جاتی ہے تو پھر ہم عداوت کی طرف قدم بڑھانے لگتے ہیں ۔ ہمارے معاشرے میں جو ایک دوسرے سے دوریاں پائی جاتی ہیں وہ زیادہ تر اسی وجہ سے ہیں ،ان کی اور کوئی حقیقی وجہ نہیں ہے ۔اگر غور سے دیکھا جائے تو زندگی اسی کا نام ہے ۔زندگی اسی وقت زندگی بنتی ہے جب ہم اپنے مخالف مزاج والے سے ملتے ہیں اور اس سے خوش خلقی سے پیش آتے ہیں ۔اسلام میں اخلاق کا ادارہ اسی لیے وجود میں آیا ہے کیوں کہ ہم اپنے ہم فکر،ہم خیال ،اپنے دوست اور محسن سے تو ظاہر ہے اچھے ڈھنگ سے ملتے ہی ہیں لیکن کیا ہم اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے بھی اچھے ڈھنگ سے ملتے ہیں؟ اسی معیار کو ناپنے کا نام اخلاق ہے ۔ بڑا مشہور قول ہے کہ اگر کسی کے اخلاق جانچنا ہو تو اسے غصے کے وقت آزماؤ۔ (بقیہ ص ۲۸ پر)

خراجِ عقیدت

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

گیارہویں شریف مبارک ہو

قطب ربانی محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کی چند جھلکیاں

از: مولانا محمد توفیق پیلی بھیتی

اولیاے کرام بشمول حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے عموماً ہمارے زیر نظر اُن کی کرامات ہوتی ہیں اور ہم ان کرامات سے ہی کسی ولی کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں صحیح اور درست اُسلوب یہ ہے کہ ہم صرف اولیا کی کرامات تک ہی اپنی نظر کو محدود نہ رکھیں بلکہ اُن کی حیات کے دیگر پہلوؤں کا بھی مطالعہ کریں کہ اُن کا علمی، فکری، معاشرتی، سیاسی اور عوام الناس کی خیر و بھلائی کے ضمن میں کیا کردار ہے؟ حضور غوث الاعظم کی شخصیت مبارکہ ہمہ جہتی اوصاف کی حامل ہے۔ ان جہات میں سے کرامات صرف ایک جہت ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم حضور غوث پاک کی تعلیمات کی طرف بھی متوجہ ہوں۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جن کے ہم نام لیوا ہیں اور پوری دنیا جنہیں غوث الاعظم دستگیر اور پیران پیر کے نام سے یاد کرتی ہے، ان کی تعلیمات کیا ہیں اور ان کے یہاں تصوف، روحانیت اور ولایت کیا ہے؟

ہمارے یہاں معمول یہ ہے جب کبھی اِن بزرگان دین کے ایام منائے جاتے ہیں تو اس حوالے سے منعقدہ کانفرنسز اور اجتماعات میں ہمارا موضوع اکثر و بیشتر کرامات ہوتا ہے۔ کرامت سے کسی بھی ولی اللہ کا ایک گوشہ تو معلوم ہوتا ہے مگر یاد رکھ لیں کہ صرف کرامت کا نام ولایت نہیں اور ولایت صرف کرامت تک محدود و مقید نہیں۔ کرامت اولیاء اللہ کی زندگی میں By Product کی سی حیثیت رکھتی ہے (یعنی ضمنی چیز)۔ جیسے کوئی شخص شوگر انڈسٹری لگاتا ہے تو شوگر (چینی) کو گنے سے بناتے ہوئے اس پروسز میں کئی چیزیں اور بھی پیدا ہوتی ہیں۔ مقصود شوگر پیدا کرنا ہے مگر شوگر پیدا ہونے کے راستے میں کئی بائی پروڈکٹس بھی حاصل ہوتی ہیں۔ یہ اپنے آپ جنم لیتی ہیں۔ اِن سے کماحقہ مستفید ہونے کے لیے بعض اوقات اس کی چھوٹی موٹی انڈسٹری بھی اضافی لگالی جاتی ہیں۔ بائی پروڈکٹس خود مقصود بالذات نہیں ہوتیں۔ اسی طرح اولیا کی زندگیوں میں کرامات کی حیثیت بائی پروڈکٹس کی ہوتی ہے، یہ کرامات اُن کا مقصود نہیں ہوتا۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ جب گاڑی تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو تو اس کے دائیں بائیں یقیناً گرد، کنکریاں، گھاس، پھوس بھی اڑے گی، بس اسی طرح اولیا کی تیز رفتار روحانی طاقت کے دوران دائیں بائیں جو کچھ اڑتا ہے وہ ان کی کرامتیں ہوتی ہیں۔ یہ کرامات ہمارے لیے تو بڑا معنی رکھتی ہیں مگر ان کے یہاں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ ولی اللہ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔

اتنی طویل تمہید کی ضرورت یہاں اس لیے پیش آئی کہ آج اکثر و بیشتر لوگوں کو ان کی کرامات کی ہی جانکاری ہوتی ہے، انہیں معلوم نہیں کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ اپنے وقت کی عظیم علمی شخصیت بھی تھے، علم کے ایسے کوہ ہمالہ تھے کہ اپنے زمانے کے علوم وفنون کے بادشاہ ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے میں فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ آیئے ذیل میں ہم حضرت غوث پاک کی حیات طیبہ کے حوالے سے مختصر ہی سہی چند باتیں عرض کرتے ہیں۔

ابتدائی حالاتِ زندگی:

حضرت غوث پاک کا پورا نام عبدالقادر بن ابو صالح عبداللہ بن جنگی دوست الجیلی (الجیلانی) ہے جبکہ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۲۰ ص ۴۳۹) علاوہ ازیں امام سمعانی نے آپ کا لقب ''امامِ حنابلہ'' ذکر کیا ہے۔ (الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب: ج ا ص ۲۹۱) آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ ۴۷۱ھ (اور بقولِ بعض ۴۷۰ھ) میں جیلان میں پیدا ہوئے۔

جیلان کہاں ہے؟

جیلان یا گیلان (کیلان) کو ویلم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے، اس کے شمال میں روسی سرزمین 'تالیس' واقع ہے، جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو

آذربائیجان اور عراقِ عجم سے علیحدہ کرتا ہے۔جنوب میں مازندران کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحرقزوین کا مغربی حصہ، وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔
(دائرۃ المعارف: ج۱۱،ص ۶۲۱)

علاقائی نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی، گیلانی یا کیلانی کہا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت: شیخ صاحب کی ابتدائی تعلیم وتربیت کا تذکرہ کتبِ تواریخ میں نہیں ملتا، البتہ یہ بات مختلف مورخین نے بیان کی ہے کہ آپ اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لیے بغداد روانہ ہوئے۔امام ذہبی کا بھی یہی خیال ہے کہ آپ نوجوانی کی عمر میں بغداد آئے تھے۔علاوہ ازیں اپنے تحصیل علم کا واقعہ خود حضرت غوث پاک بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجیے کہ بغداد جا کر علم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔والدہ مجھے الوداع کہنے کے لئے بیرونِ خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں:

''تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی۔''
(نفحات الانس:ص ۵۸۷،از نورالدین جامی بحوالہ دائرۃ المعارف)

شیوخ وتلامذہ: حافظ ذہبی نے آپ کے شیوخ میں سے درج ذیل شیوخ کا بطورِ خاص تذکرہ کیا ہے:

قاضی ابوسعد مخرمی، ابوغالب (محمد بن حسن) باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعد بن خشیش ،ابوطالب یوسفی وغیرہ(سیَر: ج۲۰،ص ۲۳۰)

جب کہ کہ دیگر اہل علم نے ابوزکریا یحییٰ بن علی بن خطیب تبریزی، ابوالوفا علی بن عقیل بغدادی، شیخ حماد الدباس کو بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔(دائرۃ المعارف،اُردو: ج۱۱،۶۳۰)

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل معروف تلامذہ کو حافظ ذہبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

ابوسعد سمعانی، عمر بن علی قرشی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)، علی بن ادریس، احمد بن مطیع ابوہریرہ، محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی، ابوطالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی وغیرہ(ایضاً)

حضور غوث پاک کی اولاد: امام ذہبی حضور غوث پاک کے صاحب زادے حضرت عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ولد لابی تسعة واربعون ولدا سبعة وعشرون ذکرا والباقی اناث (سیر: ج۲۰،ص ۲۳۷)
میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔

حضور غوث پاک کا حلقہ درس:

سرکار نے تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا جس اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کام میں بے پناہ برکت ڈالی اور آپ کا حلقہ درس آپ کے دور کا سب سے بڑا تعلیمی وتربیتی حلقہ بن گیا۔حتیٰ کہ وقت کے حکمران، امراو وزرا اور بڑے بڑے اہل علم بھی آپ کے حلقہ وعظ ونصیحت میں شرکت کو سعادت سمجھتے۔جبکہ وعظ ونصیحت کا یہ سلسلہ جس میں خلق کثیر شیخ کے ہاتھوں توبہ کرتی، شیخ کی وفات تک جاری رہا۔حافظ ابن کثیر شیخ کی ان مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخرمی حنبلی سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کر دیا۔اس مدرسہ میں شیخ لوگوں کے ساتھ وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کی مجالس منعقد کرتے اور لوگ آپ سے بڑے مستفید ہوتے۔(البدایہ والنھایہ: ج۱۲،ص ۲۵۲)

امام ذہبی کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ۹۰ سال حیات رہے اور ۱۰ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو خالق حقیقی سے جا ملے۔
(سیر: ج۲۰،ص ۴۵۰)

تالیفات وتصنیفات:

حضرت شیخ جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنیادی طور پر ایک موثر واعظ ومبلغ تھے تاہم مورّخین نے آپ کی چند تصنیفات کا تذکرہ کیا

ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔مگر اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ مورخین نے آپ کی جن تصنیفات کا احاطہ کیا ہے، وہ تمام فی الواقع آپ ہی کی تصنیفات تھیں بلکہ کہا یہ جاتا ہے کہ آپ کی ذاتی تصنیفات صرف تین ہیں، باقی کتابیں آپ کے بعض شاگردوں اور عقیدت مندوں نے تالیف کرکے آپ کی طرف منسوب کررکھی ہیں۔اس دعوی میں کہاں تک سچائی ہے، واللہ اعلم بالصواب تاہم، یہاں ان تمام کتابوں کا بالاختصار جائزہ لیا جاتا ہے:

(۱)غنیۃ الطالبین: اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے **الغنیۃ لطالبی طریق الحق** یہ کتاب نہ صرف یہ کہ شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار ونظریات پر مشتمل ان کی مرکزی تالیف بھی یہی ہے۔دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردّد کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب کشف الظنون میں رقم طراز ہیں:

الغنیۃ لطالبی طریق الحق للشیخ عبد القادر الکیلانی الحسنی المتوفی سنۃ ٥ إحدی وستین وخمس مائۃ. (ج۲،ص۱۲۱۱)

غنیۃ الطالبین، شیخ عبدالقادر جیلانی جو ۵۶۱ہجری میں فوت ہوئے، انہی کی کتاب ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخ (البدایہ: ج۱۲،ص۲۵۲) میں اسے تسلیم کیا ہے۔

(۲)فتوح الغیب: یہ کتاب شیخ کے مختلف مواعظ مثلاً توکل، خوف، اُمید، رضا، احوالِ نفس وغیرہ پر مشتمل ہے۔یہ بھی شیخ کی کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

شیخ عبدالقادر نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب لکھی ہے۔ان دونوں کتابوں میں بڑی بڑی اچھی باتیں ہیں۔(البدایہ ایضاً، کشف الظنون: ج۲،۲۴۰)

(۳)الفتح الربانی والفیض الرحمانی: یہ کتاب حضور غوث پاک کے مختلف مواعظ پر مشتمل ہے اور یہ ان کی مستقل تصنیف ہے۔ (الاعلام: از زرکلی، ج۴،ص۴۷)

(۴)الفیوضات الربانیۃ فی المآثر والاوراد القادریۃ: اس میں مختلف اوراد ووظائف جمع کیے گئے ہیں۔اگر چہ بعض مورخین نے اسے حضور غوث پاک کی طرف منسوب کیا ہے مگر فی الحقیقت یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اسمٰعیل بن سید محمد القادری نامی ایک عقیدت مند نے جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۵) الاوراد القادریۃ: یہ کتاب بھی بعض قصائد ووظائف پر مبنی ہے۔اسے محمد سالم بواب نے تیار کرکے شیخ کی طرف منسوب کردیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل کتابوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے:

(۶)بشائر الخیرات (۷)تحفۃ المتقین وسبیل العارفین (۷) الرسالۃ القادریۃ (۸) حزب الرجا والانتہاء(۹)الرسالۃ الغوثیۃ (۱۰) الکبریت الاحمر فی الصلاۃ علی النبی (۱۱)مراتب الوجود (۱۲)یواقیت الحکم (۱۳)معراج لطیف المعانی (۱۴)سرالاسرار ومظہر الانوار فیما یحتاج إلیہ الابرار(۱۵)جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر(۱۶)آداب السلوک والتوصل إلی منازل الملوک

حضور غوث الاعظم، ائمہ محدثین وفقہا کی نظر میں:

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضور غوث الاعظم نہ صرف ولایت میں غوث الاعظم تھے بلکہ آپ علم میں بھی غوث الاعظم تھے۔اگر آپ کے علمی مقام کے پیش نظر آپ کو لقب دینا چاہیں تو آپ امام اکبر تھے۔آپ جلیل القدر مفسر اور امامِ فقہ بھی تھے۔اپنے دور کے جلیل القدر ائمہ آپ کے تلامذہ تھے جنہوں نے آپ سے علم الحدیث، علم التفسیر، علم العقیدہ، علم الفقہ، تصوف، معرفت، فنی علوم، فتویٰ اور دیگر علوم پڑھے۔حضور غوث الاعظم ہر روز اپنے درس میں تیرہ علوم کا درس دیتے تھے اور ۹۰ سال کی عمر تک یعنی زندگی کے آخری لمحہ تک طلبہ کو پڑھاتے رہے۔بغداد میں موجود آپ کا دار العلوم حضرت شیخ حماد کا قائم کردہ تھا، جو انہوں نے آپ کو منتقل کیا۔آپ کے مدرسہ میں سے ہر سال ۳۰۰۰ طلبہ جید عالم اور محدث بن کر فارغ التحصیل ہوتے تھے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی فتوحات کا راز:

بہت عجیب تر بات جس کا نہایت قلیل لوگوں کو علم ہوگا اور کثیر لوگوں کے علم میں شاید پہلی بار آئے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے

جب القدس فتح کیا تو جس لشکر کے ذریعے بیت المقدس فتح کیا، اس آرمی میں شامل لوگوں کی بھاری اکثریت حضورغوث الاعظم کے تلامذہ کی تھی۔ گویا آپ کے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ صرف مجتہد ہی نہیں تھے بلکہ عظیم مجاہد بھی تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی آدھی سے زائد فوج حضورغوث الاعظم کے عظیم مدرسہ کے طلبہ اور کچھ فیصد لوگ فوج میں وہ تھے جو امام غزالی کے مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے چیف ایڈوائزر امام ابن قدامہ المقدسی الحنبلی حضورسیدنا غوث الاعظم کے شاگرد اور خلیفہ ہیں۔ آپ براہِ راست حضورغوث پاک کے شاگرد، آپ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ گویا تاریخ کا یہ سنہرا باب جو سلطان صلاح الدین ایوبی نے رقم کیا وہ سیدنا غوث الاعظم کا فیض تھا۔

امام ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابن قدامہ المقدسی الحنبلی اور ان کے کزن امام عبدالغنی المقدسی الحنبلی دونوں حضورغوث الاعظم کے تلامذہ میں سے ہیں۔ یہ دونوں فقہ حنبلی کے جلیل القدر امام اور تاریخ اسلام کے جلیل القدر محدث ہیں۔

امام ابن قدامہ مقدسی کہتے ہیں کہ جب میں اور میرے کزن (امام عبدالغنی المقدسی) حضورغوث الاعظم کی بارگاہ میں کسبِ علم وفیض کے لیے پہنچے تو افسوس کہ ہمیں زیادہ مدت آپ کی خدمت میں رہنے کا موقع نہ ملا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۹۰ برس تھی، یہ آپ کی حیات ظاہری کا آخری سال تھا۔ اسی سال ہم آپ کی خدمت میں رہے، تلمذ کیا، حدیث پڑھی، فقہ حنبلی پڑھی، آپ سے اکتساب فیض کیا اور خرقہ خلافت و مریدی پہنا۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ امام ابن قدامہ الحنبلی المکی المقدسی فرماتے ہیں:

سیدنا غوث الاعظم کی کرامات جتنی تواتر سے ہم تک پہنچی ہیں اور جتنی متواتر النقل ہیں، ہم نے پہلے اور بعد میں آج تک روئے زمین کے کسی ولی اللہ کی کرامتوں کا اتنا تواتر نہیں سنا۔ ہم آپ کے شاگرد تھے اور آپ کے مدرسہ کے حجرہ میں رہتے تھے۔ سیدنا غوث الاعظم اپنے بیٹے یحییٰ بن عبدالقادر کو بھیجتے اور وہ ہمارے چراغ جلا جاتا تھا۔ یہ تواضع، انکساری، ادب، خلق تھا کہ بیٹا چراغ جلا جاتا اور گھر سے درویشوں کے لیے کھانا پکا کر بھیجتے تھے۔ نماز ہمارے ساتھ آکر پڑھتے اور ہم آپ سے اسباق پڑھتے تھے۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ:

محدثین اور ائمہ سیدنا غوث اعظم کی مجلس میں بیٹھ کر آپ سے تلمذ کرتے۔ ستر ہزار حاضرین ایک وقت میں آپ کی مجلس میں بیٹھتے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی میں لکھا ہے کہ ستر ہزار کا مجمع ہوتا، (اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر نہیں تھے) جو آواز ستر ہزار کے اجتماع میں پہلی صف کے لوگ سنتے اتنی آواز ستر ہزار کے اجتماع کی آخری صف کے لوگ بھی سنتے۔ اس مجلس میں امام ابن جوزی (اصول حدیث کے امام) جیسے ہزارہا محدثین، ائمہ فقہ، متکلم، نحوی، فلسفی، مفسر بیٹھتے اور اکتسابِ فیض کرتے تھے۔

سیدنا غوث الاعظم ایک مجلس میں قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر فرمارہے تھے۔ امام ابن جوزی بھی اس محفل میں موجود تھے۔ اس آیت کی گیارہ تفاسیر تک تو امام ابن جوزی اثبات میں جواب دیتے رہے کہ مجھے یہ تفاسیر معلوم ہیں۔ حضورغوث الاعظم نے اس آیت کی چالیس تفسیریں الگ الگ بیان کیں۔ امام ابن جوزی گیارہ تفاسیر کے بعد چالیس تفسیروں تک نہ ہی کہتے رہے یعنی پہلی گیارہ کے سوا باقی انتیس تفسیریں مجھے معلوم نہ تھیں۔ امام ابن جوزی کا شمار صوفیا میں نہیں ہے بلکہ آپ جلیل القدر محدث ہیں، اسماء الرجال، فن اسانید پر بہت بڑے امام اور اتھارٹی ہیں۔ سیدنا غوث الاعظم چالیس تفسیریں بیان کر چکے تو فرمایا:

الآن نرجع من القال إلى الحال یعنی اب ہم قال کو چھوڑ کر حال کی تفسیروں کی طرف آتے ہیں۔

جب حال کی پہلی تفسیر بیان کی تو پورا مجمع تڑپ اٹھا، چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہوئیں۔ امام ابن جوزی بھی تڑپ اٹھے۔ محدث زماں نے اپنے کپڑے پکڑ کر پرزے پرزے کر دیے اور وجد کے عالم میں تڑپتی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپتے ہوئے نیچے گر پڑے۔ یہ امام ابن جوزی کا حال ہے۔ اسی طرح بے شمار اساطین علم وفن ہیں جنھوں نے سیدنا غوث پاک سے اکتساب کیا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو حضورغوث پاک کا صدقہ عنایت فرمائے۔ آمین

●●

گیارہویں شریف مبارک ہو

سلسلۂ قادریہ کی تمام سلاسل پر فضیلت

از: مولانا عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی

سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب ولیوں کے سردار و تاجدار ہیں تو ان کا سلسلہ قادریہ بھی تمام سلاسل سے افضل و بہتر ہے۔ سلسلہ قادریہ کے علاوہ مشہور سلسلے یہ ہیں: سلسلہ چشتیہ جو حضرت خواجہ معین الحق والدین حسن چشتی اجمیری سے تعلق رکھتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ جو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری سے منسوب ہے۔ سلسلہ کبرویہ اس کی نسبت حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی طرف ہے۔ مذکورہ تمام سلسلے اوپر جا کر مولائے کائنات حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ تک ایک ہوجاتے ہیں سوائے نقشبندیہ کے کہ اس کا منتہا ذات پاک صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے لیکن حضرت خواجہ نقشبند کو سرکار غوث پاک سے بھی فیض ملا ہے اس لیے آپ کا منتہا بھی مولیٰ علی کی ذات ہوجاتی ہے۔ اب ذیل میں ہر سلسلے کے تعلق سے یہ بات واضح کی جارہی ہے کہ ان سب کو فیض غوثیہ سے ضرور بہرہ ملا ہے، اور یہ تعلق ظاہر کی بنیاد پر بیان کیا جارہا ہے ورنہ حقیقۃً تو تمام سلاسل دریائے غوثیت کی نہریں ہیں۔

سلسلہ چشتیہ اور فیضان غوث پاک:

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سے زیادہ مرتبہ ملاقات اور کسبِ فیض کا تذکرہ متعدد کتب سوانح میں ہے جسے تفصیل سے مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی بستوی مصنف مشائخ قادریہ نے بیان کیا ہے یہاں اس سے چند روایتیں نقل کر رہا ہوں۔

شاہ محمد حسن صابری چشتی لکھتے ہیں:

بائیسویں ذی الحجہ ۵۶۹ھ کو بروز شنبہ بوقت ظہر حضرت خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ بختیار کاکی کے ہمراہ بغداد شریف سیدنا غوث پاک کی بارگاہ میں ہوئے اور پانچ روز تک اقامت فرمائی۔ (حقیقت گلزار صابری، ص: ۶۷)

مفتی غلام سرور لاہوری مصنف خزینۃ الاصفیا لکھتے ہیں:

بعد ازاں روانہ بہ بغداد شد و در اثنائے راہ بقصبہ سنجان بخدمت خواجہ نجم الدین کبریٰ فائز شد و از آں جا بر کوہ جودی کہ بعد طوفان کشتیِ نوح علیہ السلام بر آں کوہ قائم شدہ بود رفت و در آں جا مشرف بشرف خدمت حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرَّہٗ السامی شد و ہمرکاب آں جناب بجیلان واز جیلان ببغداد رسید و چندے بفیض صحبت آنحضرت مستفیض ماند۔ (خزینۃ الاصفیا اول، ص: ۲۵۷)

''یعنی (مرشد سے اجازت لے کر) بغداد روانہ ہوئے۔ راستے میں قصبہ سنجان کے پاس خواجہ نجم الدین کبریٰ کی زیارت سے شاد کام ہوئے اور پھر وہاں سے کوہ جودی گئے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے طوفان کے بعد کشتی موجود تھی۔ وہیں حضرت غوث اعظم کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر وہاں سے جیلان ہوتے ہوئے غوث پاک رضی اللہ عنہ ہی کے ہمراہ بغداد آئے اور وہاں چند روز رہ کر سرکار غوثیت مآب سے فیوض و برکات حاصل کرکے واپس ہوئے''۔

سیر العارفین میں بھی غوث پاک سے ملاقات اور فیوض حاصل کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

ان چند اقتباسات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ظاہری طور پر بھی حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے سرکار غوث پاک سے فیض پایا ہے اور خلافت بھی حاصل کی ہے۔ اس طور سے سلسلہ چشتیہ میں تو فیض غوث پاک بہ حصہ وافر موجود ہے لہٰذا ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کا جو فروغ ہورہا ہے اس سے بھی فیضانِ غوثیت عام ہورہا ہے اور خواجہ غریب نواز کا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ، سن کر یہ فرمانا: بل علی راسی وعینی بلکہ آپ کا قدم پاک میرے سر اور آنکھوں پر ہے، مشہور اور متعدد تذکرہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

چنانچہ سیرت غوث الثقلین از مولانا ضیاء اللہ قادری میں ہے:

جب شہنشاہِ بغداد نے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی

اللہ فرمایا تو اس وقت خواجہ خواجگاں سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خراسان کی پہاڑیوں اور غاروں میں مجاہدہ وریاضت کررہے تھے۔ آپ نے غوث پاک رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان سنتے ہی وضع راسه علی الارض وقال بل علی راسی وعینی، اپنا سر مبارک زمین پر رکھ دیا اور عرض کیا حضور والا کا قدم پاک میرے سر آنکھوں پر۔

تفریح الخاطر ص ۲۰، از عبدالقادر اربلی- سراج العوارف از سرکار نوری ص ۴۳ ۔ مکتبہ جام نور دہلی ۔ شمائم امدادیہ ص ۴۲، بحوالہ سیرت غوث الثقلین ص ۸۹ مطبوعہ سیالکوٹ ۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی پنجابی ص ۲۴۷ مطبوعہ بنارس ومبارک پور

سلسلہ اشرفیہ اور فیضانِ قادریہ:

محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ چشتیہ کے مشہور اور بافیض بزرگ ہیں۔ چشتی نسبت غالب ہے، تاہم سلسلہ قادریہ میں بھی آپ کو اجازت وفیض حاصل ہے۔ صحائف اشرفی اور دیگر کتب تذکرہ میں آپ کے شجرے مرقوم ہیں۔ اسی سلسلہ اشرفیہ چشتیہ کے بڑے بزرگ ہیں شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ علی حسین عرف اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان جنھیں مجدد سلسلہ اشرفیہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ سے سلسلہ اشرفیہ کو جس قدر فروغ ہوا شاید ہی کسی اور سے ہوا ہو، آپ کو اپنے خاندان سے جو اجازت وخلافت تھی وہ تھی ہی، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خصوصی نسبت وعقیدت کی وجہ سے آپ نے ایک تو سلسلہ منوریہ قادریہ کی اجازت حضرت حافظ عبدالعزیز آخون دہلوی سے حاصل کی جس میں صرف پانچ واسطوں سے آپ کا سلسلہ غوث پاک تک پہنچتا ہے۔ دوسرے سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ سے بھی اجازت وخلافت لی۔ آپ حضور خاتم الاکابر کے آخری خلیفہ ہیں۔

پیر مہر علی شاہ چشتی اور فیضانِ قادریہ:

چشتی سلسلے کے ایک اور مشہور بزرگ حضرت مہر علی شاہ گولڑوی ہیں۔ مہر منیر میں ہے، فرماتے ہیں:

اصطلاح صوفیہ میں اویسی ان حضرات کو کہتے ہیں جو باطنی طور پر آں حضرت یا دیگر ارواح کاملین سے براہ راست تربیت پائیں اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم کو علاوہ اس فیض کے جو ظاہری طور پر مشائخ طریقت کی توجہات عالیہ سے حاصل ہوا، براہ امام الاولیا سرکار علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات گرامی سے بھی کمالات خصوصی عطا ہوئے، جن کا اظہار آپ نے متعدد مقامات پر فرمایا ہے۔

(مہر منیر مولانا فیض احمد فیض، ص ۲۴ ۔ ماہ نور پبلی کیشنز دہلی ۲۰۰۵ء)

سلسلۂ چشتیہ بلگرام میں فیضان سلسلہ قادریہ:

صاحب البرکات شاہ برکت اللہ بن سید شاہ اویس بلگرامی (وفات ۲۰ رجب ۱۰۹۷ھ) کے بعد آپ نے کالپی شریف کا سفر کیا اور وہاں سید شاہ فضل اللہ قادری صاحب سجادہ سے بیعت کی پھر مارہرہ تشریف لائے، آپ کے خاندان پر چشتی رنگ غالب تھا۔ اگرچہ خاندانی سلسلے میں بھی خلافت قادریہ حاصل تھی لیکن آپ پورے طور پر قادری رنگ میں اپنے کو رنگنا چاہتے تھے اس لئے سید شاہ فضل اللہ کالپوی کا شہرہ سن کر ان سے اکتساب فیض قادری کیا۔ جس وقت حضرت صاحب البرکات کالپی شریف گئے، حضرت صاحب سجادہ شاہ فضل اللہ قادری علیہ الرحمۃ نے گلے لگایا اور فرمایا ''دریا بدریا پیوست'' دریا دریا سے مل گیا، یعنی جس خاص نسبت قادری کے حضرت صاحب البرکات طالب تھے وہ حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد ہی سے خانقاہ برکاتیہ کا مارہرہ شریف میں وجود ہوا اور اس خانقاہ میں قادری رنگ چشتی رنگ پر غالب آ گیا۔ بلگرام سے مارہرہ سفر کرنے اور جگہ بدلنے میں بھی شاید راز یہی تھا کہ جب رنگ بدلا ہے تو مقام بھی بدل جائے۔ اس کی تفصیلات کتاب خاندان برکات اور تذکرہ شاہ برکت اللہ اور سید ین نمبر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

خاندان مجیدی عثمانی بدایوں شریف میں بھی پہلے چشتی سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ شاہ عین الحق عبدالمجید عثمانی نے سب سے پہلے شمس مارہرہ، مظہر غوث اعظم ابوالفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں قادری مارہروی سے بیعت وخلافت حاصل کی پھر یہ سلسلہ آج تک اس خاندان عثمانی میں رواج پذیر ہے۔ تفصیل کے لئے مظہر حق بدایوں کا تاج الفحول نمبر ملاحظہ ہو۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اور فیضان غوث اعظم:

جملہ دیگر سلاسل کی طرح سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بھی فیضان

سلسلہ قادریہ جاری ہے۔ سب سے پہلے تو یہ عرض کرتا چلوں کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ بھی حق تسلیم کرتے ہیں اور سرکار غوث اعظم کی افضلیت کے آپ بھی قائل ہیں۔ چنانچہ مکتوبات امام ربانی جلد آخر مکتوب ۱۲۳ جو آخر سے پہلا مکتوب ہے، اس میں شیخ نور محمد بہاری کے نام جو مضمون اشاعت پذیر ہوا ہے وہ سرکار غوث اعظم کی فضیلت ثابت کرتا ہے۔ اس لئے بعض وہابیت زدہ لوگوں نے یہ اڑا دیا کہ یہ مکتوب حضرت مجدد صاحب کا ہے ہی نہیں۔ اس کا مقصد شاید یہ ہو کہ مجدد صاحب کو وہابیت سے قریب بتانے میں آسانی ہوگی۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حکیم اہل سنت جناب محمد موسیٰ امرتسری نقشبندی علیہ الرحمۃ بانی مرکزی مجلس رضا لاہور، مقدمہ مکتوبات امام ربانی مترجم میں فرماتے ہیں۔

ملک (حسن علی) صاحب کو یہ مکتوب اس لیے خلاف شریعت نظر آیا کہ اس میں مدارج ولایت بیان کرتے ہوئے حضرات ائمہ اثنا عشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قطبیت کے درجہ خاص پر فائز تسلیم کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان حضرات کے بعد حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مقام و منصب عطا ہوا اور تا ایں دم تمام واصلین و کاملین کو ان ہی کے ذریعہ فیضان پہنچتا ہے اور حضرت شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ جیلان قدس سرہٗ کے نائب مناب ہیں۔ یہ حقائق حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کئے۔

اَفَلَتْ شُموسُ الاوّلِیْنَ وَشَمسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لا تَغْرُب

پہلوں کے آفتاب غروب ہوگئے اور یہ ہمارا آفتاب انتہائی بلندی پر ہے اور کبھی غروب نہیں ہوتا۔ (مقدمہ مکتوبات امام ربانی دفتر اول، ص: ۲۸۔ فیصل پبلشنگ ہاؤس دیوبند، ۱۹۸۸ء)

حکیم صاحب آگے تحریر فرماتے ہیں: تمام مشائخ سلسلہ مجددیہ نے شیخ مجدد قدس سرہٗ کے اس کلام کو دل و جان سے مانا ہے اور کسی نے بھی حضرت کے اس خط کو جعلی اور خلافِ شریعت نہیں قرار دیا۔ صاحب ''روضہ قیومیہ'' اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے اس مکتوب کے ظہور میں آنے کا سبب بتایا ہے۔ پہلے ''روضۂ قیومیہ'' کی تصریح ملاحظہ ہو۔

''انھیں ایام مرض (وفات) میں ایک روز آں جناب مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہوکر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے اس شعر کے معنوں کی بابت حیران ہیں۔

اَفَلَتْ شُمُوسُ الاوّلِیْنَ وَشَمسُنَا اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لا تَغْرُب

گزشتہ لوگوں کے آفتاب غروب ہوگئے لیکن ہمارا آفتاب بلند افق پر چمکتا رہے گا کبھی غروب نہیں ہوگا۔

اگر آپ اس کا حل لکھیں تو آپ کو اس مرض سے صحت ہوجائے گی لیکن چوں کہ حضرت قیوم اول (مجدد صاحب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیدار پروردگار کا شوق بہت تھا، اس لئے بہ سبب کثرت شوق آپ آبدیدہ ہوگئے اور یہ دعا اللھم الرفیق الاعلیٰ بار بار پڑھتے اور فرماتے کہ اگر طبیب کہہ دے کہ تم لاعلاج ہو تو میں بہت سا روپیہ راہِ خدا میں صرف کروں گا۔ مرض موت میں آں جناب نے حضرت قیوم ثانی معصوم زمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی کہ مذکورہ بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبانِ مبارک سے اس کی تشریح کردی۔ حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ نے آنجناب کی اس وصیت کو آپ کی عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات کی تیسری جلد میں داخل کردیا، چنانچہ اس جلد کے آخر میں بھی درج ہے جو مکتوب شیخ نور محمد بہاری کے نام لکھا گیا ہے ..... اگرچہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو (اس وصیت کے بعد) چند روز کے لئے صحت ظاہری نصیب ہوئی تو فرمایا مرض کی شدت کے دنوں میں وہ ترقی اور نعمت نصیب ہوئی جو صحت (کے عام دنوں) میں بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔

(روضۂ قیومیہ از خواجہ محمد احسان مجددی ترجمہ اقبال فاروقی جلد اول ص ۴۳۷ مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۵ء)

مرض وصال میں یہ عارضی صحت جو عام صحت سے فزوں تر تھی وہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بشارتِ صحت کا صدقہ تھی، گویا ایام شیر خوارگی سے لے کر مرض وصال تک حضرت مجدد الف ثانی فیضان غوثیت و برکات قادریت سے سرفراز رہے۔ ایام شیر خوارگی کا واقعہ آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو نسبت قادری دو سلسلوں سے حاصل ہے: اول اپنے والد مخدوم عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ سے جو مرید وخلیفہ ہیں حضرت شاہ کمال کیتھلی کے۔ دوم نبیرۂ شاہ کمال حضرت سکندر شاہ کیتھلی سے، دونوں شجرے ''حضرات القدس'' دفتر دوم مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ میں دیکھے جاسکتے ہیں، اس میں ایک شجرہ حضرت شاہ رکن الدین بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی سے ہے جو غالباً چشتیہ ہے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ جو سلسلہ قادریہ میں حضرت مجدد صاحب کے پیر شاہ سکندر کے دادا بھی ہیں اور مرشد بھی ان کے بارے میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں:

جب نظر کشفی دوڑائی جاتی ہے تو حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بعد مشائخ سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ کی طرح کوئی کم نظر آتا ہے۔ (حضرت مجدد کے مکاشفات مشمولہ حضرات القدس از حضرت خواجہ بدرالدین سرہندی حصہ دوم ص۱۰۲۔ مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ)

سلسلہ قادریہ کے فیضان سے مالا مال ہونے کے تعلق سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا مکاشفہ ملاحظہ ہو جس میں خرقہ غوثیہ کا بھی ذکر ہے، خلیفہ مجدد الف ثانی شاہ بدرالدین مجددی مصنف حضرات القدس تحریر فرماتے ہیں:

ایک روز آپ (یعنی مجدد صاحب) صبح کے حلقے میں بیٹھے تھے اور استغراق، توجہ اور مراقبے میں تھے کہ یکا یک شاہ سکندر تشریف لائے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کا خرقہ مبارک آپ کے کندھے پر ڈال دیا۔ آپ نے آنکھ کھولی اور شاہ سکندر کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور نہایت تواضع کے ساتھ معانقہ کیا، شاہ سکندر نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وصال کے وقت یہ جبہ میرے سپرد کیا تھا کہ بطور امانت تم کو دیتا ہوں اور جس کسی کو میں کہوں تم اسے پہنچا دینا، اب چند مرتبہ حضرت نے واقعے (یعنی خواب) میں مجھے حکم دیا کہ میں یہ جبہ آپ کو پہنچادوں، مجھ پر یہ بہت شاق گزرا کہ اپنے دادا کا خرقہ مبارکہ اور اپنے گھر کی نعمت باہر کروں، لیکن چونکہ سخت تاکید اور تہدید سے حکم دیا گیا ہے اس لئے ناچار لے کر آیا ہوں، آپ نے وہ جبہ مبارکہ زیب تن کیا، کھڑے ہوگئے اور تنہائی میں تشریف لے گئے۔ فرماتے تھے کہ، اُس وقت مجھے خیال گزرا کہ مشائخ کا ایک طریقہ ہے کہ کسی کو جامہ پہنا کر اپنا خلیفہ بناتے ہیں، اس لئے چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے خلعتِ معنوی پہناتے اور احوال وکمال کا آب زلال پلاتے پھر اپنا خلیفہ بناتے۔ اسی اثنا میں حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کو دیکھا کہ اپنے خلفائے سلسلہ (تا کمال شاہ) کے ساتھ تشریف لے آئے اور میرے معاملے میں تصرف فرمایا اور میرے دل کو اپنے تصرف میں لے لیا اور اپنی خاص نسبتوں کے اسرار وانوار عطا فرمائے اور میں دریائے انوار میں غرق ہو کر اس سمندر میں غوّاصی کرنے لگا۔ جب اس طرح ایک ساعت گزر گئی تو ٹھیک انھیں غلباتِ احوال میں مجھے خیال آیا کہ تم تو اکابر نقشبند کے تربیت یافتہ ہو، ایسی صورت اب کیوں پیدا ہوتی ہے؟۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے دیکھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے لے کر حضرت خواجہ باقی باللہ (قدس اللہ اسرارہم) تک سب کے سب تشریف لے آئے اور حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پہلو میں بیٹھ گئے، بیٹھنے کے بعد اکابر نقشبندیہ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے تربیت یافتہ ہیں اور ہماری تربیت سے کمال واکمال کے مقام کو پہنچے ہیں، آپ حضرات کو ان سے کیا واسطہ،۔ اکابر قادریہ نے فرمایا کہ ان کے بچپن ہی سے ان پر ہماری نظر رہی ہے اور انھوں نے ہمارے خوان نعمت سے چاشنی حاصل کی ہے اور ابھی ہمارا خرقہ بھی پہنا ہے۔

ابھی یہی بحث ہو رہی تھی کہ کبرویہ اور چشتیہ کی ایک جماعت اور بہت سے مشائخ بھی آگئے اور ایسا اجتماع ہوگیا کہ اس شہر کے جنگل اور بیابان بھی ان سے بھر گئے پھر تو دن کے آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ چوں کہ یہ تربیت نقشبندیہ سے درجہ کمال وتکمیل کو پہنچے ہیں اور اعتبار تکمیل کا ہوا کرتا ہے اس لئے ان کو اسی طریقے پر شرف حاصل ہوگا اور اسی طریقے میں وہ رشد وہدایت فرمائیں گے، تاہم طریقہ قادریہ میں بھی ہدایت وتکمیل فرمائیں گے۔ (حضرات القدس جلد دوم ص۱۰۲-۱۰۴، از علامہ بدرالدین سرہندی، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ)

یہ پورا واقعہ ''روضہ قیومیہ'' از خواجہ محمد احسان مجیدی سرہندی علیہ الرحمۃ جلد اول میں بھی موجود ہے البتہ اس میں چند باتیں زائد ہیں

مثلاً، اس خرقے کو شاہ سکندر نے اپنے دادشاہ کمال کیتھلی کے مزار پر رکھ دیا پھر جب حضرت مجدد الف ثانی کا طنطنہ بلند ہوا تو شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حکم دیا کہ جس کی امانت ہے اس کو پہنچا دو پھر جب انھوں نے گھر کی دولت کو باہر کرنے سے تامل کیا تو فرمایا یہ خرقہ اس کے وارث (مجدد الف ثانی) کو پہنچا دو ورنہ نسبت سلب ہوجائے گی، تب وہ خرقہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا۔

جب حضرت مجدد نے خرقہ پہنا تو نسبت قادریہ نے اتنا غلبہ کیا کہ نسبت نقشبندیہ دب گئی، پھر نسبت نقشبندیہ ابھری اور قادریہ مستور ہوگئی، چند مرتبہ ایسا ہی ہوا پھر دونوں سلسلوں قادریہ ونقشبندیہ کے بزرگوں نے جمع ہوکر گفتگو کی۔ ہر ایک نے اپنا اپنا حق جتایا۔ سرکار غوث اعظم نے فرمایا: اس مرد بزرگ شیخ احمد مجدد نے لڑکپن میں شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان چوس کر تمام قادریہ نسبت لے لی، اس لئے ہمارا حق سب سے فائق ہے اور مناسب ہے کہ یہ عزیز ہمارے سلسلے کو رواج دے اور اسی کی خدمت کرے۔

اس کے بعد حضرت شاہ بہاء الدین نقشبند نے اپنا حق جتایا- پھر سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ وکبرویہ کے مشائخ حاضر ہوئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا حق بتایا۔ صبح سے ظہر کی نماز تک یہی مذاکرات ہوتے رہے، یہاں تک کہ سب نے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رجوع کیا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ لطف وکرم ہر ایک کی تسلی کی اور دلاسا دیا کہ تم سب اپنی اپنی نسبت اس عزیز کو دے دو، جو شخص بھی اس کے سلسلے میں داخل ہوگا اس کا اجر تمھیں بھی مل جائے گا اور اس کے ہاتھ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا زیادہ فروغ ہوگا۔ کیوں کہ اس کو نسبت معہود میری سنت کی اتباع واستقامت کی اسی سلسلے سے ہاتھ آئی ہے اور اسی سلسلے کے سردار حضرت صدیق اکبر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انبیا کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں نیز اس طریقے میں سنت نبوی کی پیروی اور امور بدعت سے کنارہ کشی حد سے زیادہ پائی جاتی ہے،- اس دوسرے درجے پر اس عزیز سے سلسلۂ قادریہ کو بھی رواج ہوگا، کیوں کہ اس سلسلے کا حق بھی اس پر ثابت ہے،- باقی سلسلے چشتیہ کبرویہ اور سہروردیہ وغیرہ کو بھی اس سے کچھ فائدہ ہوگا، بعد ازاں تمام سلسلوں کے مشائخ نے جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی اپنی نسبت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر کیمیا اثر میں گزاری اور آں جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان نسبتوں کو اپنے طریقے میں ملا لیا- لہٰذا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی نسبت خاصہ میں اور سلسلوں کی نسبتیں ملی ہوئی ہیں۔ آپ کے طریق کا سالک تمام سلسلوں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ حضرات قیوم اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختیار تھا کہ جس شخص کو جس سلسلے میں چاہیں مرید کریں اور اس سلسلے کا فیض عام کریں لیکن ان کے بعد ان کے خلف کو سختی سے ممانعت کر دی گئی کہ سوائے نقشبندیہ اور قادریہ سلسلے کے کسی کو مرید نہ کریں کیوں کہ ان دو سلسلوں کا حق باقی سلسلوں کی نسبت فائق ہے۔ اگر چہ حضرات قیوم اربعہ بھی کسی کو ان دو سلسلوں کے سوا باقی سلسلوں میں شاذ ونادر ہی مرید کیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ دوشنبہ ۱۵؍ شعبان ۱۰۱۵ھ کو عصر ومغرب کے درمیان ظہور میں آیا۔ (روضۂ قیومیہ جلد اول ص ۱۹۱ تا ۱۹۴- مکتبہ نبویہ لاہور ۱۴۰۹ھ)

شیر خوارگی میں نسبت قادریہ کے حصول کی جو بات اوپر اجمالاً کہی گئی ہے اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ ہو۔

ایک سالہ شیر خوارگی کے زمانے میں جب حضرت مجدد صاحب (علیہ الرحمۃ) لاغر ہوگئے تو اسی اثنا میں شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ اتفاقاً شہر سرہند میں آ نکلے، حضرت مخدوم عبد الاحد، فرزند کو شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لائے کہ ان کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مرض کو بچے سے زائل کر دے، جب شاہ کمال نے دور سے حضرت مجدد کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے۔ حضرت مخدوم والد ماجد کو اس تعظیم سے تعجب ہوا، شاہ کمال نے تعجب کی وجہ پوچھ کر فرمایا کہ ہم نے اس بچے کی تعظیم کی ہے جو تمام اولیاے امت سے (اپنے عہد میں) افضل ہوگا۔ عن قریب یہ ایسا آفتاب بنے گا کہ اس کے نور سے تمام جہان روشن ہوجائے گا اور یہ بدعت وگمراہی کو دور کرے گا سنت نبوی کو زندہ کرے گا اور اس کی ہدایت وارشاد کا نور قیامت تک قائم رہے گا،.... بعد ازاں اپنی زبان مبارک آں جناب کے منھ میں رکھی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے شاہ صاحب کی زبان کو دیر تک منھ میں رکھا پھر جب چھوڑا تو شاہ صاحب نے فرمایا: اس بچے نے تمام قادریہ نعمت ہم سے حاصل کر لی ہے، شاہ کمال جب بھی سرہند آتے، بشارت دیتے

کہ یہ بچہ بڑے مرتبے کا مالک ہوگا اور حضرت غوث پاک کا خرقہ بطور امانت اپنے پوتے شاہ سکندر کو دیا کہ اس کو اس کے وارث کے حوالہ کردینا اور اشارہ حضرت مجدد کی طرف کیا۔ آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا۔ (روضۂ قیومیہ اول ص ۱۲۲-۱۲۳)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو قادری سلسلے کی اجازت اپنے والد مخدوم عبدالاحد سے ملی۔ صاحب روضۂ قیومیہ بیان کرتے ہیں کہ مجدد صاحب کے والد کے انتقال کا جب وقت قریب آیا تو آپ نے تمام بیٹوں کو بلایا اور خرقۂ خلافت جو سلسلۂ سہروردیہ اور چشتیہ اور خرقۂ قادریہ جو حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی سے آپ کو ملا تھا، سب کچھ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو عنایت فرما کر اپنا قائم مقام اور جانشین قرار دیا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ ''مبدأ و معاد'' میں فرماتے ہیں۔ مجھے نسبتِ فردیت کا سرمایہ اپنے والد بزرگوار سے ملا اور انھیں ایک مردِ حق سے جو نہایت صاحب جذبہ اور کرامات و خوارق میں مشہور تھے، ملا۔ (یہاں مرد خدا سے مراد حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری ہیں) (روضۂ قیومیہ اول ص ۱۳۶)

سلسلۂ قادریہ اور مرزا جان جاناں:

نقشبندی سلسلے کے ایک بہت بڑے شیخ ہیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ (متوفیٰ ۱۱۹۵ھ) وہ فرماتے ہیں جنھیں سلسلہ قادریہ میں اجازت بھی حاصل ہے:

حضرت غوث الثقلین سے خرقہ خلافت کا تبرک حاصل کرنے کے بعد میرے باطن میں اس کی برکتیں محسوس ہونے لگیں اور سینہ اس نسبت کے انوار سے لبریز ہوگیا اور سلسلہ قادریہ میں صفائی، چمک اور انوار بہت ہیں۔ (خلاصہ از مقامات مظہریہ ص ۳۸، ترکی، تالیف شاہ غلام علی مجددی دہلوی)

سلسلۂ سہروردیہ اور فیضانِ قادریہ:

سلسلہ سہروردیہ کے شیخ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ نے باضابطہ اپنے عم بزرگوار حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی کے ہمراہ سرکار غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضری دی ہے اور فیضان قادریہ سے مالا مال ہوئے ہیں۔

مولانا جامی نفحات الانس میں اس بات کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

قدوۃ العارفین عمدۃ السالکین العالم الربانی شہاب الدین ابو حفص عمر محمد البکری السہر وردی قدس اللہ سرہ از اولاد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ است۔ وانتساب وے در تصوف ہم وے شیخ ابوالنجیب سہروردی است و بہ صحبت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ رسیدہ است وغیر ازیں شاہ مشائخ بسیارے را دریافتہ است۔ (مقدمہ عوارف المعارف مترجم از علامہ شمس بریلوی ص ۱۰۴۔ دہلی ۱۹۸۶ء)

غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری کی تفصیل تذکرہ نگار حضرات اس طرح بیان کرتے ہیں:

تحصیل علوم کے دوران شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) کو علم الکلام سے بہت تعلق خاطر تھا۔ چنانچہ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی قدس سرہ جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بڑا خلوص اور عقیدت رکھتے تھے ایک روز شیخ الشیوخ کو اپنے ہمراہ بارگاہ غوثیت میں لے گئے اور عرض کیا کہ اس فرزند کو علم الکلام سے بڑا لگاؤ ہے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شیخ الشیوخ سے دریافت کیا، علم کلام میں کون کون سی کتابیں مطالعہ کیں۔ یہ فرما کر اپنا دست مبارک شیخ الشیوخ کے سینے پر پھیرا تو اسی دم علم الکلام کے تمام مباحث اور کتابوں کے نام تک آپ کے ذہن سے محو ہوگئے اور آپ جواب نہ دے سکے۔ اس وقت سیدنا غوث اعظم نے فرمایا:

''ہم نے تمہارے سینے سے علم الکلام محو کردیا اور اس کے عوض معرفت حق علم نور سے اس کو معمور کردیا۔ اور اسی وقت فرمایا:

یا عمر انت آخر المشهورین بالعراق (اے عمر یعنی شہاب الدین تم عراق کے آخری مشہور اولیا میں ہو) (مقدمہ عوارف ص ۱۰۵-۱۰۶)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے غوث پاک کی بارگاہ میں حاضری اور استخارے کے اور بھی واقعات ہیں جنھیں اختصار کے پیش نظر تحریر میں نہیں لایا جارہا ہے، نفحات الانس اور دیگر تذکرے کی کتابوں میں وہ واقعات مرقوم ہیں۔

●●

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی

سَیّدہ اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پیش کش: مدیحہ مظہر

آقائے کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی صاحب زادیوں میں سب سے بڑی صاحب زادی ہونے کا شرف کس کو حاصل ہے اوران میں سے سب سے کم سن کون ہیں، اس میں سخت اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ حلبی نے چند قول نقل کیے ہیں جو ترتیب وار درج ذیل ہیں:

(۱) زینب، رقیہ، فاطمہ، اُم کلثوم
(۲) رقیہ، فاطمہ، اُم کلثوم، زینب
(۳) رقیہ، زینب، اُم کلثوم، فاطمہ
(۴) زینب، رقیہ، اُم کلثوم، فاطمہ
(۵) زینب، رقیہ، اُم کلثوم، فاطمہ
(۶) فاطمہ، رقیہ .... رضی اللہ تعالیٰ عنہن

(سیر حلبی: ص ۳۳۴۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صحیح نمبر چار ہے۔ جنھوں نے حضرت اُم کلثوم کو حضرت فاطمہ سے بھی کم سن کہا ہے، اس کو انہوں نے قیل (صیغۂ تمریض) سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (فتح الباری: ص ۱۵۴۲۳)

اس اختلاف کے حل کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس سلسلے کی روایات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ ان کی روایاتی حیثیت کے تعین سے یہ فیصلہ کرنا آسان ہوگا کہ حضرت اُم کلثوم، حضرت فاطمہ سے کم سن ہیں یا بڑی؟ ہمارے نزدیک صحیح بات وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے۔ باقی رہا یہ استبعاد کہ اگر بڑی تھیں تو حضرت فاطمہ سے پہلے ان کا نکاح کیوں نہ ہوا؟ تو صرف اتنی سی بات سے عمر یا سن وسال کا تعین کچھ علمی سی بات نہیں ہے۔ طبقات کی روایت اگر واقدی سے ہے تو جھگڑا ختم، کیونکہ وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی سے چار صاحب زادیاں عطا ہوئیں۔ جن کے اسمائے گرامی سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ فاطمہ اور سیدہ اُم کلثوم ہیں۔ عام تصور کے مطابق سیدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی ہیں اوران کی ولادت دوسروں کے برعکس بعدِ بعثت ہوئی۔ سیدہ زینب کی شادی ابوالعاص بن ربیع اموی سے ہوئی۔ سیدہ رقیہ کی شادی آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی۔ سیدہ اُم کلثوم کی شادی عتبہ کے بھائی عتیبہ سے ہوئی۔ بعثت نبوی کے بعد ان بدبختوں نے سرور کائنات کی شہزادیوں کو طلاق دے دی جس پر ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ کی شادی حضرت عثمان بن عفان اموی سے کردی اور جب سیدہ رقیہ سیدنا عثمان کی زوجیت میں فوت ہوگئیں تو پھر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ اُم کلثوم کا نکاح بھی انہی کے ساتھ کردیا۔ حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے ہجرت مدینہ کے فوراً بعد ہوئی۔

اس عمومی تصور کو من وعن تسلیم کر لینے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسالت مآب نے سیدہ رقیہ کا نکاح ثانی تو طلاق کے فوراً بعد کردیا لیکن سیدہ اُم کلثوم کے نکاح ثانی میں ۱۳/سال کی تاخیر کیوں کی۔ جب کہ اس دوران آپ نے سیدہ اُم کلثوم سے چھوٹی صاحب زادی سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کردی۔ بڑی اور مطلقہ صاحب زادی کو نظر انداز کر کے چھوٹی کا نکاح کیوں کیا اور کیوں اسے عین حالت جوانی میں اتنا طویل عرصہ اپنے گھر بٹھائے رکھا جب کہ عرب معاشرے میں مطلقہ یا بیوہ سے شادی کوئی معیوب بات نہیں سمجھی جاتی تھی اور ہر آن اچھے سے اچھا خاوند مل سکتا تھا۔

ہم سب سے پہلے وہ روایات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کے باعث وہ تصور ابھرتا ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

محمد بن حبیب کی کتاب المُحَبَّر میں آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد کا بایں الفاظ ذکر ہے:

فولدت (خدیجة) للنبی القاسم و زینب و اُم کلثوم و فاطمة و عبداللہ وھو الطاھر والطیب اسم واحد

(ص۷۹) یعنی حضرت خدیجہ سے قاسم، زینب، اُم کلثوم، فاطمہ اور عبداللہ پیدا ہوئے۔اس روایت میں حضرت فاطمہ کو سب سے چھوٹی صاحب زادی ظاہر کیا گیا ہے۔

شیعہ حضرات کی مستندترین کتاب ''اصول کافی'' ہے۔اس میں ذکر یوں ہے:و تزوج خديجة وهو ابن بضع و عشرين سنة فولدت له منها قبل بعثه القاسم و رقية و زينب و أم كلثوم وولـدلـه بـعـد الـمبعث الطيب و الطاهر والفاطمة عليها السلام (ص۲۷۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے ۲۵ سال کی عمر کے لگ بھگ شادی کی اوران کے بطن سے قاسم، رقیہ، زینب، اُم کلثوم قبل بعثت اورطیب، طاہر، فاطمہ بعد بعثت پیدا ہوئے۔

اس روایت میں جو شیعی اصح الکتب سے نقل کی گئی ہے۔ جہاں چار صاحب زادیوں کا ثبوت ملتا ہے وہیں حضرت فاطمہ کو چاروں میں چھوٹی بھی ظاہر کیا گیا ہے اوران کی ولادت کا زمانہ بعد بعثت نبوی بتایا گیا ہے۔

علامہ طبری کی کتاب إعلام الورىٰ بأعلام الهدىٰ میں حضرت علی اورسیدہ فاطمہ کی شادی کے وقت سیدہ کی عمر نو برس لکھی گئی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ کی ولادت ۵ یا ۶ سن نبوت ہوئی۔علامہ طبری فرماتے ہیں:و كـان الـفـاطـمة يوم بنى بها أميــر الـمـؤمـنيـن تسـع سـنيـن (ص۸۱) کہ جس روز سیدہ اور امیر المومنین شادی کے بعد یکجا ہوئے، اس وقت سیدہ نو برس کی تھیں۔

دیگر بنات رسول کے متعلق طبقات ابن سعد سے چندروایات درج ہیں، اس کتاب میں سیدہ زینب کے متعلق لکھا ہے:

كـانـت أكبـر بـنـات رسـول الـلـه تزوج ابن خالتها أبوالعاص بن ربيع قبل النبوت ،وكانت أول بنات رسول الله تزوج ولدت لأبي العاص عليا و أمامة

(طبقات: ج۸،ص۳۰)

یعنی سیدہ زینب سب سے بڑی صاحب زادی تھیں اور سب سے پہلے آپ ہی کی شادی ہوئی۔خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع ہے اورامامہ اورعلی نامی بچے پیدا ہوئے۔

سیدہ رقیہ کے متعلق لکھا ہے:

كـان تـزوجها عتبةبن أبي لهب بن عبدالمطلب قبل الـنبوة فلما بعث رسول الله وأنزل الله تبت يد اأبي لهب قـال لـه أبـوه رأسـي مـن رأسـک حرام إن لم تطلق ابنته، فـفـارقـهـا رسـو ل الله ولم يكن يدخل بها وأسلمت حين أسلمت أمها خديجة بنت خويلد ....وتزوجت عثمان بـن عـفـان وهاجرت معه إلى أرض الحبشة .....فتوفيت ورسول الله ببدر (طبقات: ج۸،ص۳۶)

سیدہ رقیہ کی شادی قبل اعلانِ نبوت عتبہ بن ابی لہب سے ہوئی جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ابولہب نے بیٹے کو طلاق پر مجبور کیا۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند بیوی میں مفارقت کروا دی۔ پھر آپ کی شادی حضرت عثمان سے ہوئی۔ان کے ساتھ حبشہ گئیں اور مدینہ میں بدر کے موقع پر فوت ہوئیں۔

سیدہ اُم کلثوم کا ذکر یوں ہے:

تـزوجهـا عتيبة بـن أبـي لهـب بـن عبدالمطلب قبل النبوة .....ففارقها ولم يكن يدخل بها فلم تزل بمكة مع رسول الله وأسلمت حين أسلمت أمها .....فلما توفيت رقية بنت رسول الله خلف عثمان بن عفان على أم كلثوم بـنـت رسـول الـلـه و كـانت بكراو ذلک في شهر ربيع الأول سـنة ثلاث من الهجرة وماتت في شعبان سنة تسع من الهجرة (ایضاً:ص۳۷۔۳۸)

سیدہ اُم کلثوم کی شادی عتیبہ بن ابی لہب سے ہوئی۔ پھر قبل دخول طلاق ہوگئی۔ ہجرت تک آپ اپنے والد ماجد اور ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقیم رہیں۔ہجرت کے بعد ربیع الاوّل ۳ ہجری میں آپ کی شادی عثمان بن عفان سے کردی گئی (بعد وفات رقیہ) آپ کا وصال شعبان ۹ ہجری میں ہوا۔

ہمارے لیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صاحب زادے اور صاحب زادیاں یکساں قابل احترام ہیں۔ان کے پاؤں کی خاک ہمارے لیے سُرمہ چشم ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام اولاد سے یکساں محبت کرتے تھے۔اس معاملے میں باہم تفریق کرنا یا کسی ایک کو دوسرے سے بڑھانا آپ کی شفقت پدری پر حرف گیری کرنا ہے۔ایک مخصوص اندازِ فکر کے حامل لوگوں نے اُمت کے

سامنے کچھ اس طرح کی صورت حال پیش کر رکھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد میں سب سے زیادہ حضرت فاطمہ کو چاہتے تھے اور صاحب زادیوں کی اولاد میں حضرات حسنین کریمین کو۔ لیکن یہ لوگ اس غم وحزن سے صرف نظر کر لیتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صاحب زادے ابراہیم کی وفات پر ہوا تھا۔ حضرت زینب کی صاحب زادی حضرت امامہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فراموش کر دی جاتی ہے جسے آپ دوران نماز کندھوں پر اٹھائے رکھتے تھے۔ انہیں یہ بات یاد نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمۃ للعالمین ہونے اور لاتثریب علیکم الیوم کا اعلان عام کرنے کے باوجود اس بدبخت انسان کو واجب القتل قرار دے دیا تھا جس نے سیدہ زینب کے سفر مدینہ کے دوران انہیں اذیت دی تھی۔ ان مخصوص نظریات کے حامل افراد کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ واقعہ بھی یاد نہیں رہتا جب انہوں نے اپنے گھر میں کوئی مرغوب شے پکوا کر ایک پلیٹ حضرت اسامہ بن زید کے ہاتھ اپنی صاحب زادی سیدہ رقیہ کے گھر بھجوائی۔ اسامہ جب واپس آئے تو آپ نے اشتیاق سے پوچھا کہ گھر والے (حضرت عثمان اور رقیہ) کیا کر رہے تھے۔ جواب ملنے پر پوچھا: اسامہ! کیا تو نے اس جوڑے سے زیادہ خوبصورت جوڑا کبھی دیکھا ہے؟

ہمارا مقصد کسی کو بڑھانا یا گھٹانا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد ان کے پارہ ہائے جگر تھے اور آپ ان سب پر انتہائی شفیق ومہربان تھے۔ حضرت فاطمہ کے متعلق جو عام روایات اس قسم کی ملتی ہیں کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے یا میں اس سے محبت کرتا ہوں اور ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ فاطمہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ ان اقوال کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد یکے بعد دیگرے آپ کی حیات مبارکہ میں ہی وصال فرما گئی تھی۔ حضرت فاطمہ ہی صرف ایک صاحب زادی ہیں جنہوں نے بعد وصال نبوی وصال فرمایا۔ جوں جوں آپ کی اولاد اس دنیا سے اٹھتی جاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پدری باقی رہ جانے والی اولاد کی طرف زیادہ مرتکز ہوتی جاتی تھی۔ جب ایک ہی صاحب زادی رہ گئی تو پھر آپ کے جذبات وہی ہونے چاہیے جس قسم کے اقوال ملتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کی صورت حال سے دوسری اولاد کی عظمت کو کم نہیں کیا جاسکتا۔

یہ ایک ضمنی گفتگو چل نکلی تھی بات دراصل سیدہ اُم کلثوم کی ولادت، عمر اور شادی کے بارے میں ہونا ہے۔ اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ میں صاحب بزادیوں کے نکاحوں کا ذکر بایں الفاظ ملتا ہے:

فأما زينب بنت رسول الله فتزوجها أبو العاص بن ربيع فولدت لأبي العاص جاريةاسمها أمامة فتزوجها علي ابن أبي طالب بعد وفات فاطمة وماتت زينب بالمدينة لسبع سنين من الهجرة.

وأما رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فتزوجها عتبة بن أبي لهب، فطلقها قبل أن يدخل بها، ولحقها منه أذى، فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: (اللهم سلط على عتبة كلبا من كلابك) فتناولهالأسد من بين أصحابه وتزوجها بعده بالمدينة عثمان بن عفان، فولدت له عبد الله ومات صغيرا، نقره ديک علی عينيه فمرض ومات وتوفيت بالمدينة زمن بدر، فتخلف عثمان على دفنها، ومنعه ذلک أن يشهد بدرا،وقد كان عثمان هاجر إلى الحبشة ومعه رقية وأما أم كلثوم فتزوجهاأيضا عثمان بعد أختها رقية وتوفيت عنده (ص ۱۴)

یعنی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ابوالعاص بن ربیع اُموی سے ہوئی اور امامہ نامی صاحب زادی پیدا ہوئی۔ حضرت فاطمہ کی وفات کی بعد امامہ سے حضرت علی نے شادی کر لی۔ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی عتبہ بن ابی لہب سے ہوئی جس نے قبل دخول طلاق دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا فرمائی اور اسے شیر نے نگل لیا۔ پھر مدینہ میں جا کر رقیہ کی شادی حضرت عثمان سے ہوئی اور عبداللہ پیدا ہوئے جو بچپن میں فوت ہوگئے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر سیدہ رقیہ کا وصال ہوا۔ حضرت عثمان ان کی تیمارداری کے باعث غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ اس سے قبل ہجرت حبشہ میں بھی سیدہ رقیہ جناب عثمان کے ساتھ تھیں۔ سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد اُم کلثوم کی شادی حضرت عثمان سے کر دی گئی اور آپ بھی انہی کے گھر فوت ہوئیں۔

اس روایت میں حضرت رقیہ کی شادی عتبہ بن ابی لہب سے بیان کی گئی ہے جس نے قبل دخول طلاق دے دی تھی۔ آپ کی دوسری شادی ہجرت مدینہ کے بعد حضرت عثمان سے بیان کی گئی ہے۔ طلاق اور نکاح ثانی کے درمیان ایک طویل وقفہ ہے لیکن ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ ہجرت حبشہ کے دوران بھی سیدنا عثمان اور سیدہ رقیہ یکجا تھے۔ جو ہجرت مدینہ سے برسوں قبل ہوئی تھی۔ اس روایت میں دوسری اہم بات یہ بیان ہوئی ہے کہ جناب سیدہ اُم کلثوم کا ایک ہی نکاح ہوا جو حضرت عثمان سے بعد وفات رقیہ تھا۔ یہاں عتیبہ سے شادی کا ذکر نہیں ہے تو گویا مؤلف کے نزدیک آپ کی ایک ہی شادی ہوئی تھی اور یہ شادی جنگ بدر کے بعد وقوع پذیر ہوئی جب کہ دیگر تمام صاحب زادیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ اُم کلثوم عمر میں اپنی بہنوں سے چھوٹی تھیں جبھی ان کی شادی سب سے آخر میں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ بیان پیش نظر رکھا جائے تو معاملہ اور صاف ہو جاتا ہے، فرماتے ہیں:

قال كان أوّل من ولد لرسول الله بمكة قبل النبوة لقاسم و به كان يكنى ثم ولدله ، زينب ثم رقية ثم فاطمة ثم أم كلثوم ثم ولد له في الإسلام عبدالله فسمي الطيب والطاهر أمهم جميعاً خديجة بنت خويلد

(طبقات: ج۱ص ۱۳۳)

یعنی ابن عباس کے مطابق قبل بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حضرت خدیجہ سے قاسم پھر زینب، پھر رقیہ پھر فاطمہ پھر اُم کلثوم اور بعد بعثت عبداللہ پیدا ہوئے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ اُم کلثوم سب سے چھوٹی صاحب زادی ہیں اور فاطمہ ان سے بڑی ہیں اور سب صاحب زادیاں قبل بعثت پیدا ہوئی ہیں۔

طبقات: ج۱ص۱۹ کی یہ روایت بھی مذکورہ بالا مضمون کی تائید کرتی ہے:

فاطمة بنت رسول الله و أمها خديجة بنت خويلد بن أسد بن عبدالعزىٰ بن قصي ولدتها و قريش تبني البيت و ذلک قبل النبوة بخمس سنين

یعنی سیدہ فاطمہ جناب خدیجہ کے بطن سے اس وقت پیدا ہوئیں جب قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۵ برس قبل تعمیر کعبہ میں مصروف تھے۔

اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ کی شادی جنگ بدر سے قبل ہو گئی تھی اور باہم یکجائی جنگ بدر کے فوراً بعد عمل میں آئی۔ سیدہ رقیہ کا انتقال بدر کے روز ہوا اور حضرت عثمان سے سیدہ اُم کلثوم کی شادی بدر کے بعد ۳ ہجری میں ہوئی۔ شادیوں کی اس ترتیب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ اُم کلثوم باقی بہنوں سے چھوٹی تھیں تاہم اگر انہیں اس سے قبل عتیبہ بن ابی لہب کی بیوی تسلیم کیا جائے تو پھر انہیں سیدہ رقیہ کے ساتھ ہی طلاق ہو گئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کی شادی تو فوراً حضرت عثمان سے کر دی لیکن اُم کلثوم کی دوسری شادی میں ۱۳ سال کا عرصہ دراز حائل ہے۔ اس عرصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شادی کر دی لیکن اُم کلثوم کا نکاح مؤخر کر دیا۔ یہ ساری الجھن اس وقت پیدا ہوتی ہے جب حضرت اُم کلثوم کو بڑی اور سیدہ فاطمہ کو چھوٹی تسلیم کیا جائے لیکن اگر معاملہ اُلٹ تسلیم کر لیا جائے تو کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ صرف عتیبہ سے شادی کا معاملہ تشریح طلب رہ جاتا ہے۔ اس نکاح سے بعض شیعہ روایات تو ویسے ہی انکاری ہیں اور جن شیعہ سنی روایات میں اس کا ذکر ملتا ہے وہاں طلاق قبل دخول کا بھی ذکر ہے۔ گویا اس وقت تک سیدہ اُم کلثوم اس قدر کم سن تھیں کہ ان کی رخصتی عمل میں نہ آئی تھی۔ یہ اس قسم کی صورت ہے جس قسم کی ہمارے ہندوستانی معاشرے میں بھی موجود ہے کہ بچپن میں منگنی یا شادی کر دی جاتی ہے اور پھر کئی سال بعد بلوغت کے موقع پر رخصتی عمل میں آتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یہ صاحب زادی بچپن میں ہی اپنے چچا زاد بھائی عتیبہ سے منسوب کر دی ہو۔ بعثت کے بعد یہ نسبت برقرار نہ رہ سکی اور چوں کہ ابھی تک سیدہ کم عمر تھیں اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی اور جب آپ سن بلوغ کو پہنچیں اس وقت ان کی بڑی بہن فوت ہو چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس داماد یعنی حضرت عثمان غنی سے راضی تھے اسی لیے آپ کی شادی بھی انہیں کے ساتھ کر دی گئی جو تمام بہنوں سے بعد میں وقوع پذیر ہوئی اور یہ بات کی عمدہ ترین دلیل ہے کہ آپ سب سے چھوٹی تھیں۔

●●

چندواقعات

از: ڈاکٹر ثاقب محمد خان

چور کی توبہ

کسی شہر میں ایک مولانا صاحب رہا کرتے تھے، ان کے ۳ بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کو ہر نئی چیز خریدنے کا شوق تھا مگر والد کی غریبی کے سبب وہ اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل سے قاصر رہتا تھا جبکہ اس کے دونوں چھوٹے بھائی اسکول میں پڑھتے تھے۔ مولانا صاحب نے اپنے بڑے بیٹے اکبر کو بہت سمجھایا کہ بیٹا! حد میں رہا کرو، محنت کرو، حلال کماؤ اور خواہشات کو پورا کرو۔ اکبر کہتا: ابو! حلال کمائی میں خواہشات کہاں پوری ہوتی ہیں؟ غیر ضروری خواہشات کی تکمیل کے لیے اسے پیسوں کی ضرورت رہتی تھی ایک دن وہ بس اسٹاپ پر دیگر افراد کے ساتھ بس کے انتظار میں کھڑا تھا کہ سامنے والے شخص کی پاکٹ پر اس کی نظر پڑی اُس نے پہلی بار ڈرتے ڈرتے اُس شخص کی پاکٹ اُڑا دی جس میں ہزاروں روپے تھے۔ اب اکبر کو پیسہ کی لالچ میں ماہر پاکٹ مار بن گیا۔ وہ اب ماہر پاکٹ مار کہلانے لگا۔ وہ روزانہ کسی نہ کسی کی پاکٹ مارتا اور ناجائز طریقہ سے پیسہ کمانے لگا۔ اب شہر میں اکبر کے کئی شاگرد بن گئے۔ دن بھر وہ لوگوں کی پاکٹیں مارتے اور رات میں اکبر کے اڈہ پر پہنچ کر حساب کتاب کرنے کے بعد مسروقہ رقم (چوری کی رقم) آپس میں بانٹ لیتے۔

مولانا صاحب بہت پریشان ہوگئے ،انہوں نے اپنے بیٹے کو بہت سمجھایا کہ چوری کرنا بند کردے اور محنت کر کے کمائے مگر والد کی نصیحت نے بیٹے پر کچھ اثر نہیں کیا۔ آخر کار مولانا صاحب نے اکبر کو اپنے گھر سے بے دخل کردیا اور کہا کہ ایک چور میرا بیٹا نہیں ہوسکتا۔ اکبر روتے ہوئے گھر چھوڑ دیا مگر اُسے اپنی امی اور چھوٹے بھائیوں کی یاد ستانے لگتی۔ ایک دن وہ بس اسٹاپ پر گیا جہاں ایک شخص بس کے انتظار میں کھڑا تھا اس شخص کی پینٹ کی پچھلی جیب میں پاکٹ تھی۔ اکبر کی تمام تر نظر اس پاکٹ پر ہی تھی۔ اُس نے توجہ ہٹا کر اُس شخص کی پاکٹ اُڑا لی اور اپنے اڈہ پر پہنچنے کے بعد اس پاکٹ کو کھولا جس میں سے ۲۰۰ روپے، متاثرہ شخص کا ایک فون نمبر کے علاوہ ایک کاغذ برآمد ہوا اس کاغذ پر حدیث تحریر تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہے جس کے ہاتھ زبان سے مومن اور پڑوسی محفوظ نہ رہے۔ حدیث پڑھنے کے بعد وہ رونے لگا اس کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ پھر اُس نے فون نمبر پر اُس شخص سے بات کی اور اس کے گھر پہنچ کر ان کا بٹوا چوری کرنے پر معذرت خواہی کی اور اُن کے پیروں پر گر پڑا اُس شخص نے اکبر کو معاف کرتے ہوئے کہا کہ پہلے اپنے والدین پھر اللہ سے معافی مانگ لو ورنہ آپ کی آخرت تباہ ہوجائے گی۔ اکبر نے اپنے تمام دوستوں کو یہ واقعہ سنایا اور سب نے توبہ کرتے ہوئے چوری نہ کرنے کا عہد کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ محنت کریں گے اور کمائیں گے۔ اکبر اپنے گھر گیا والدین کے پیر چھونے کے بعد ان سے معذرت خواہی کی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ چوری نہیں کرے گا۔ والدین نے اکبر کو معاف کرتے ہوئے گھر میں بلوایا اب اکبر اور اس کے تمام دوست محنت کرنے لگے اور معاشرے میں عزت سے رہنے لگے۔☆☆☆

لاجواب

آپ نے خلیفہ ہارون رشید کا نام تو سُنا ہوگا۔ وہ بغداد کے حکمراں تھے۔ ان کی سلطنت پورے عرب پر پھیلی ہوئی تھی۔ خلیفہ ہارون رشید کا دور اس زمانے کا ترقی یافتہ دور تھا۔ ہر جگہ علم کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ ہر گھر میں علم و تعلیم کی شمع جل رہی تھی۔ خود خلیفہ بھی رعایا پرور تھا، اس کے دور میں ہر طرف امن تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی نے خلیفہ ہارون رشید سے پوچھا کہ حضور! آپ زندگی میں کبھی کسی کے سوال پر لاجواب ہوئے ہیں؟ یہ سُن کر خلیفہ سوچنے میں پڑ گیا اور کہنے لگا ہاں! میں زندگی میں تین بار لاجواب رہ گیا، میں ان تینوں بار پوچھنے والوں کے سوال کا جواب نہیں دے پایا۔ خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ ایک مرتبہ کسی خاتون کا بیٹا دُنیا سے رخصت ہوگیا اور وہ

خاتون رونے لگی۔ میں نے ازراہ ہمدردی خاتون سے کہا کہ آپ غم نہ کریں مجھے اپنا بیٹا سمجھیں۔ اُس خاتون نے فوراً کہا کہ میں ایسے بیٹے کے مرنے پر کیوں نہ روؤں جس کے بدلے خلیفہ میرا بیٹا بن گیا۔

دوسری مرتبہ مصر میں کسی شخص نے خود کو حضرت موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا۔ میں نے اُسے طلب کیا اور کہا کہ حضرت موسیٰ کے پاس اللہ کے دیے ہوئے کئی معجزات تھے۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ نے اُس وقت معجزہ دکھایا جب فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اب تو بھی خدائی کا دعویٰ کر تو میں بھی تجھے اپنا معجزہ دکھا دوں گا۔

تیسری مرتبہ لوگوں نے ایک گورنر کی غفلت کوتاہی کے بارے میں شکایت کی۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ فلاں گورنر بہت نیک، شریف، دین دار اور ایماندار ہے۔ اُن لوگوں نے جواب دیا تو پھر اپنی جگہ اُس گورنر کو خلیفہ بنا دیں تا کہ اس کا فائدہ سب کو پہنچے۔ خلیفہ نے کہا کہ ان تینوں موقع پر میں لا جواب رہا اور تینوں موقعوں پر میں علم کی کمی کے سبب مجھ سے جواب نہیں بن سکا۔

عزیز بچو! علم بہت بڑی نعمت ہے۔ علم کے ہتھیار سے لیس ہو کر آپ بھی اپنے ناقد اور حریفوں کو لاجواب کر سکتے ہیں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ علم کسی کی بھی جاگیر نہیں ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہوتا ہے کہ وہ جس کسی کو بھی چاہے علم کی دولت سے نواز دیتا ہے۔

☆☆☆

حضرت کی نصیحت

کسی گاؤں میں ایک ولی صفت متقی بزرگ رہتے تھے۔ وہ مقامی افراد کو نصیحت آمیز کہانیاں سناتے تھے۔ تعطیل کے دن بچے ان کی جھونپڑی پر جمع ہو جاتے اور ان سے میٹھی میٹھی کہانیاں اور سچے واقعات سنتے رہتے۔ ایک دن ایک شخص اُس بزرگ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت انسان میں کتنے عیب ہوتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ انسان میں اُتنے عیب ہوتے ہیں کہ اگر بتانا شروع کر دو تو آپ اس کی گنتی نہیں کر پاؤ گے مگر انسان میں ایک خوبی یہ ہے کہ اگر اس کو قابو میں رکھے تو یہ خوبی اس کے تمام عیوب پر پردہ ڈال دیتی ہے وہ خوبی ہے زبان! زبان اُس شخص نے پوچھا۔ ہاں! حضرت نے جواب دیا زبان کے صحیح استعمال سے دشمن بھی آپس میں دوست اور غلط استعمال سے دوست ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جاتے ہیں۔ حضرت نے سوال پوچھنے والے کو بتایا کہ ایک بار زبان نے اپنے 32 دوست دانتوں سے کہا کہ تم! کتنے اچھے ہو بھائی، میرا کتنا خیال رکھتے ہو، میں بڑی آزادی سے تمہاری حفاظت میں رہتا ہوں یہ سن کر دانتوں نے جواب دیا: بہن زبانیہ ٹھیک ہے! مگر جب آپ چلتے وقت آپ ذرا خود پر دھیان دو۔ لوگوں سے مت الجھا کرو، کسی کے خلاف من گھڑت باتیں نہ کرو، اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ میٹھی باتیں کیا کرو ورنہ کوئی بھی سر پھرا آپ کے 32 دوستوں کو گھر سے نکال دے گا پھر آپ محفوظ نہیں رہ پاؤ گی۔ ہمارے بغیر آپ جب چلنے لگی تو بچے آپ کا مذاق اُڑائیں گے۔ حضرت نے اُس شخص سے کہا: بیٹا! اگر آپ اپنے تمام عیب چھپانا چاہتے ہیں تو آپ اپنی زبان کو قابو میں رکھو! حضرت کی نصیحت سن کر وہ شخص حیران ہو گیا اور عہد کیا کہ وہ کبھی زبان نہیں چلائے گا۔ اگر کوئی اس کے خلاف کہا بھی تو وہ چپ رہے گا وہ کسی کے خلاف بہتان تراشی نہیں کرے گا۔ اللہ کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی مجھے زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے گا میں اُسے جنت کی ضمانت دوں گا۔ ☆☆☆

میٹھے میٹھے بول

☆ایسی چیز کے لیے آنسو مت بہاؤ جو تمہارے لیے آنسو نہیں بہا سکتی۔

☆ انسان خود عظیم نہیں ہوتا اس کا کردار عظیم ہوتا ہے۔

☆ اپنا آئیڈیل بنانے کے بجائے دوسروں کے لیے آئیڈیل بن جاؤ۔

☆ایک دوسرے کا خیال رکھنا ایک دوسرے سے محبت کا ثبوت ہے۔

☆جس طرح چراغ بغیر جلائے روشنی نہیں دیتا اسی طرح علم بھی بغیر عمل کے فائدہ نہیں دیتا۔

☆والدین کی خدمت کریں، اساتذہ کی عزت کریں، یہی ایک سچے اور نیک طالب علم کا فریضہ ہے۔

☆ہر حال میں خوش رہنے والے، اچھی امید رکھنے والے اور محنت کرنے والے بچے زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہو سکتے۔

●●

سنی دعوت اسلامی کا ۲۷واں سالانہ عالمی اجتماع

از:ادارہ

پہلا دن،۱۰نومبر۲۰۱۷بروزجمعۃ المبارکہ: حسب روایت سنی دعوت اسلامی کے ۲۷ویں سالانہ سہ روزہ اجتماع کا وادی نور آزاد میدان میں شان دار آغاز ہوا۔ممبئی واطراف اور ملک کی مختلف ریاستوں سے آئی ایک لاکھ سے زائد خواتین کو خطاب کرتے ہوئے خطبا ومبلغین کے تین طلاق ،اصلاح معاشرہ اور اصلاح عقائد کے حوالے سے بڑے پر مغز خطاب ہوئے۔برطانیہ سے تشریف لائے ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سکریٹری مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی نے ''اسلام میں عورت کی حیثیت'' کے موضوع پر بڑا ہی فکر انگیز اور پر مغز خطاب فرمایا اور اس وقت ملک بھر میں موضوع سخن بنے طلاق کے سلسلے میں بڑی اہم باتیں ارشاد فرمائیں۔سپریم کورٹ کی جانب سے حال ہی میں تین طلاق پر لگائی گئی پابندی کے تعلق سے مفکر اسلام نے حکومت ہند سے گزارش کی کہ آپ پابندی کی بجائے ہمیں مہلت دیں ہم اپنے عوام کو سمجھائیں گے کہ یک بارگی تین طلاق اسلام میں مذموم اور گناہ ہے۔ہم اس کے خلاف پوری دنیا میں مہم چلائیں گے ،اپنے عوام کی ذہن سازی کریں گے لیکن آپ براہ کرم اس پر پابندی مت لگایئے کیوں کہ اس سے ہندوستان میں بہت سارے مسائل پیدا ہوجائیں گے۔مفکر اسلام نے اس ضمن میں یہ بھی کہا کہ طلاق سے بھی زیادہ اہم اہم مسائل ہمارے ملک میں موجود ہیں جن پر بروقت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔انہوں نے حکومت سے پوچھا کہ کیا کسی مسلم لڑکی کو تین طلاق کے بعد خودکشی کرتے دیکھا ہے؟جب کہ اس کے علاوہ بہت سارے مسائل میں عورتیں خودکشی کررہی ہیں،جہیز کے نام پر،گھریلو اور جنسی تشدد کے نام پر خودکشیوں میں اضافہ ہورہا ہے اس لیے سب سے پہلے ان مسائل پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ طلاق ہمارا مسئلہ ہے ہم ہی اسے سلجھائیں گے۔

مفکر اسلام نے یہ بھی فرمایا کہ اسلام کی آمد سے قبل بچی کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آئے ہوتے تو بچیاں آج بھی زندہ دفن کی جارہی ہوتیں اور آج بھی انہیں بازاروں میں بیچا جارہا ہوتا۔سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ اعظمی صاحب نے فرمایا کہ عورتیں آج بھی فروخت کی جارہی ہیں بس انداز بدل گیا ہے۔لوگ اپنی تجارت کو چمکانے کے لیے عورتوں کی نمائش کررہے ہیں،عورتوں کے جسم کی نمائش کی جارہی ہے۔بازاروں میں عورتوں کی منڈی لگی ہوئی ہے۔مفکر اسلام نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے جب عورتوں میں بیداری پیدا ہوگی تو وہ اپنے خلاف ہونے والے ظلم کے خلاف احتجاج کریں گی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مفکر اسلام نے فرمایا کہ نیک عورت کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا ہے۔عورت کی اہمیت اسلام میں اس قدر ہے کہ حدیث نبوی میں ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔لومیرج کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ لومیرج کی کوئی حیثیت نہیں کیوں کہ لومیرج اکثر طلاق پر ختم ہوتی ہے کیوں کہ لومیرج اصل میں محبت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ یہ بھوک ہوتی ہے، خواہش ہوتی ہے،پیاس ہوتی ہے جس طرح جب بھوک لگی ہو اور کھانا کھالیا جائے تو بھوک ختم ہوجاتی ہے اور پیاس لگی ہو اور پانی پی لیا جائے تو پیاس بجھ جاتی ہے،پھر کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح لومیرج کے بعد جب جنسی خواہش پوری ہوجاتی ہے تو پھر دونوں میں علاحدگی ہوجاتی ہے۔مفکر اسلام نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں طلاق کی شرح ۸۵ فیصد ہے۔

محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی (پرنسپل وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ) نے مختلف سوالات کے تشفی بخش جوابات دیے۔ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے مسائل کو ''مسلم پرسنل لا'' کہا جاتا ہے حالاں کہ یہ پرسنل نہیں ہے کیوں کہ اسلام کا قانون صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ پوری دنیا کے لیے ہے،یہ قانون فطرت ہے،یہ دستور فطرت ہے۔اسلام کے قانون میں صرف مسلمانوں کی صلاح

وفلاح کا راز نہیں ہے بلکہ دنیا کے سارے انسانوں کی ترقی وکامرانی کا راز پوشیدہ ہے اس لیے مسلمانوں کے قانون کو ''مسلم پرسنل لا'' نہ کہا جائے ۔مفتی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اگر طلاق پر پابندی لگا دی جائے تو اس سے بہت بڑے مسائل پیدا ہوجائیں گے۔طلاق نااتفاقی کی صورت میں میاں بیوی میں حسن و خوبی سے علاحدگی کا نام ہے،اگر اس علاحدگی کا دروازہ بند کردیا جائے گا تو پھر معاشرے میں فساد پیدا ہوجائے گا قتل وغارت کی نوبت بھی آسکتی ہے۔اگر شوہر غالب رہا تو وہ اپنی بیوی کے ساتھ ناانصافی کرے گا اور اگر بیوی غالب آ گئی ہے تو پھر شوہر ناانصافی کا شکار ہوگا اس لیے معاشرے کو بگاڑ سے بچانے کے لیے طلاق پر پابندی لگانا شرعی اور فطری دونوں لحاظ سے غلط ہے۔

نحوست کے بارے میں جب ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ منحوسیت کا تصور ہماری غلط سوچ کا نتیجہ ہے ۔قمر درعقرب کا تصور اور شادی کے لیے کچھ دنوں کو منحوس تصور کر لینا بالکل غلط ہے ۔ چاند،سورج ،رات اور دن سب اللہ نے بنائے ہیں ۔مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ سارا کام جب اللہ نے کیا ہے تو اس میں منحوسی کہاں سے آ گئی۔دنوں کو بنانے والا اللہ ہے تو جس دن بھی شادی کروگے وہ شادی مبارک ہوگی،وہ شادی خانہ آبادی ہوگی ۔مفتی صاحب نے فرمایا کہ نیت اچھی رکھو تو ان شاءاللہ اس کی برکتیں ملیں گی اور اچھی نیت کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس میں خیر ڈال دے گا۔مفتی صاحب نے فرمایا کہ الجھنیں تو ہم پرستی سے آتی ہیں،غلط سوچ سے آتی ہیں اور ہمارا دین توہم پرستی کو ختم کرسکتا ہے۔مفتی صاحب نے فرمایا کہ حیرت ہے کہ آج کے سائنسی دور میں بھی لوگ توہم پرستی کے شکار ہیں اور اس کو بنیاد بنا کر اپنی زندگی کے فیصلے کرتے ہیں۔مفتی صاحب نے کہا کہ توہم پرستی کو نہ سائنس ختم کرسکتی ہے اور نہ کوئی حکومت بلکہ اسے صرف اور صرف اسلام ختم کرسکتا ہے۔

امیر سنی دعوت اسلامی اور اس سہ روزہ اجتماع کے روح رواں مولانا محمد شاکر نوری نے خواتین کے حقوق اور معاشرے کے استحکام پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ دنیا کی بیشتر تہذیبوں میں عورتوں کی کیا صورت حال تھی ۔عورتوں کے حقوق نام کی کوئی چیز دنیا میں نہیں تھی بلکہ خود عورت بھی اپنے حقوق سے ناآشنا تھی مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد عورتوں کو اپنے حقوق سے آشنائی ہوئی ۔اسلام نے پہلی مرتبہ عورتوں کو اہمیت دی اور دنیا کے سامنے اس کی اہمیت واضح کی ۔امیر سنی دعوت اسلامی نے معاشرے کے موجودہ بحران کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ماؤں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا خیال نہ رکھا اور نہ ہی اپنی ذمے داری کو محسوس کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوجوان بچیاں بگڑ رہی ہیں،معاشرہ بیمار ہورہا ہے ۔امیر سنی دعوت اسلامی نے کہا کہ معاشرے کے بحران کا حل صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے،اسلامی تعلیمات کے بغیر نہ ہماری خامیاں ختم ہوسکتی ہیں اور نہ ہی خوبیوں کی بہار آسکتی ہے۔امیر سنی دعوت اسلامی کے خطاب کے بعد شب میں قریب آٹھ بجے اجتماعی دعا کی گئی ،آپ نے بڑے پرسوز انداز میں دعا فرمائی۔مسلمانوں کے حالات کی بہتری اور ملک میں امن وامان کی دعاؤں کے ساتھ اجتماع کا پہلا دن مکمل ہوا۔

دوسرا دن ،۱۱نومبر۲۰۱۷ء بروز سنیچر: ''دنیا آج جس شکل میں ہمارے سامنے ہے اور چاروں طرف جو خون بہہ رہا ہے اس کے ذمے دار صہیونی ہیں جنہوں نے بڑی منصوبہ بندی اور سازش سے دنیا کو جہنم بنادیا ہے۔ افغانستان،عراق ،شام اور لیبیا پر ہوئے حادثات کے پیچھے دنیا کے بڑے بڑے ''پڑھے لکھے'' اور عیار دماغ ہیں۔ انہوں نے اپنی سازشی چالوں سے ایسے افراد پیدا کیے اور انہیں دہشت گرد کا نام دیا اور پوری دنیا میں دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ دیا''

ان خیالات کا اظہار مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی نے آزاد میدان وادی نور میں سامعین کے جم غفیر سے کیا۔علامہ اعظمی نے ہندوستان کے موجودہ احوال پر تبصرہ کرتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کو پیغام دیا کہ مسلمانوں کو گھبرانے کی ضرورت بالکل نہیں ہے ۔مسلمانوں کی پریشانیوں کے اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارے خلاف حالات اس لیے بن گئے ہیں کہ ہم نے اس کے مقابلے کی کوئی تیاری نہیں کی ہے ۔اگر ہم بھرپور تیاری کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں تو ان شاءاللہ ہم اس پر بہت جلدی غالب آ جائیں گے۔ ہندوستان کی موجودہ صورت حال کے تناظر میں مفکر اسلام نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان کا دانشور طبقہ کبھی نہیں چاہتا ہے کہ یہاں کی جمہوریت پر داغ آئے ،وہ کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ پوری دنیا میں ہندوستان کی جمہوریت پر سوال اٹھائے جائیں اس کے تحفظ

کے لیے وہ پوری کوشش کریں گے اور کر رہے ہیں۔

خیال رہے کہ آزاد میدان میں دوسرے دن کا اجتماع تہجد کے وقت سے شروع ہوا تھا اور شب میں دس بجے تک خیر وصلاح اور تعلیم وتربیت اور تذکیر وتذکیہ اور علم وعمل کی تلقین کی جاتی رہی۔ ہندوستان کی مختلف ریاستوں سے تشریف لائے ہزاروں سامعین سے پورا پنڈال بھرا ہوا تھا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے پرنسپل مفتی محمد نظام الدین رضوی نے کئی دل چسپ سوالات کے بڑے معلوماتی اور فکر انگیز جوابات دیے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے میں برائیاں پیدا ہو رہی ہیں اس کے ذمے دار ہم خود ہیں۔ اس ضمن میں مفتی صاحب قبلہ نے ایک اہم بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ سوسائٹی میں جب کوئی برائی ہوجاتی ہے تو ہم بڑی آسانی سے پولیس والوں کو ذمے دار ٹھہراتے ہیں کہ پولیس نے اپنی ذمے داری پوری نہیں کی۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے اپنی کتنی ذمے داری پوری کی ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اپنی ذمے داری نبھانے سے پرہیز کرنا اور دوسرے سے ذمے داری ادا کرنے کا تقاضا کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ماں کا درجہ باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔ بظاہر ہمیں لگتا ہے کہ کہیں عورت کو زیادہ حق دیا گیا ہے اور کہیں مرد کو زیادہ حق دیا گیا ہے لیکن اگر آپ غور کریں تو لے دے کر مرد وعورت دونوں کے حقوق برابر ہوجاتے ہیں اور یہی اسلام کا امتیاز ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں مفتی صاحب قبلہ نے وطن اصلی اور وطن اقامت کا فرق بتایا۔ انسان جہاں بغرض ملازمت یا تجارت رہائش اختیار کرتا ہے اسے وطن اقامت کہتے ہیں، اسلام کی خوبی یہ ہے کہ اس زمین کو بھی وہ وطن قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس سے ایک بات ثابت ہوئی کہ اسلام چاہتا ہے کہ انسان جس طرح اپنے وطن اصلی سے پیار کرتا ہے اسی طرح وطن اقامت سے بھی پیار کرے، انسان ہر جگہ محبت اور پیار کا پیغام دے۔

امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری نے دوران خطاب فرمایا کہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ تعلیمی مہم چلائی جارہی ہے۔ تعلیمی مہم کی وجہ سے آج بہت سارے تعلیمی ادارے وجود میں آگئے ہیں لیکن ہمارے آقائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم صرف تعلیم کے لیے تشریف نہیں لائے تھے بلکہ تربیت بھی آپ کی بعثت کا عظیم مقصد تھا۔ امیر سنی دعوت اسلامی تربیت کے معنی بتاتے ہوئے کہا کہ تربیت، نقص دور کرنے اور کمال پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ مولانا موصوف نے مزید کہا کہ دنیا میں سب سے بڑا انقلاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے بعد آیا۔ تاریخ کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ قبول اسلام سے پہلے صحابہ کی جو زندگی تھی حضور کی تربیت کے بعد ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوگیا اور دنیا کے ایک بڑے حصے میں اسلام پھیل گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے امیر سنی دعوت اسلامی نے کہا کہ نبی کی تربیت نے صحابہ کرام کے اخلاق کو اس بلندی پر پہنچا دیا کہ جن کے پاکیزہ کردار کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ پر ناز واعتماد فرماتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے صحابہ کو نجوم یعنی ستاروں کے مانند قرار دیا ہے۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے اخیر میں تعلیمی مہمات چلانے والوں سے اپیل کی کہ محض تعلیم کی مہم نہ چلائیں بلکہ اس کے ساتھ تربیت کی بھی مہم چلائیں کیوں کہ تربیت کے بغیر تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں اور اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آج اگر دینی وعصری اداروں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا اہتمام کیا جائے تو معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

مفسر قرآن حضرت علامہ ظہیرالدین رضوی (خطیب وامام اسمٰعیل حبیب مسجد) نے تعلیم کی اہمیت پر بڑا علمی اور معلوماتی خطاب کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ تعلیم کے ساتھ عمل کی بھی سخت ضرورت ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے بتایا کہ پہلے عمل سے دکھایا جاتا تھا اس کے بعد تلقین کی جاتی تھی تب بات موثر ہوتی تھی۔ آج باتیں اس لیے موثر نہیں ہورہی ہیں کہ لوگوں نے صرف سنانے پر ہی اکتفا کرلیا ہے اور عمل سے خود کو دور کرلیا ہے۔ اپنی بات کو سنت نبوی سے ثابت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے چالیس سال تک لوگوں کو دکھایا، ان سے اپنی شخصیت منوائی، خود عمل کرکے دکھایا اس کے بعد تئیس سال تک سنایا جس کا اثر یہ ہوا کہ پوری دنیا میں انقلاب آگیا۔ قرآن کریم کے حوالے سے حضرت مولانا ظہیرالدین رضوی نے کہا کہ قرآن اپنے ماننے والوں اور عمل کرنے والوں کو بلند کرنے کے لیے آیا تھا۔ ہم نے جب تک قرآن پر عمل کیا ہم معزز بنے رہے اور جب سے ہم نے اسے طاقوں میں سجا دیا ہم ذلیل ورسوا ہوگئے۔

دوسرے دن متعدد علمائے کرام کے خطابات ہوئے جن میں خاص طور پر مولانا نسیم اشرف حبیبی (ڈربن ساؤتھ افریقہ)، مولانا غلام غوث علوی (دھوراجی، گجرات)، مولانا فیاض احمد قادری (جودھپور)، مولانا عبدالرب مصباحی (ممبئی) اور قاری رضوان خاں، مولانا ظہیر مصباحی، مولانا خورشید حشمتی، مولانا ارشاد ازہری شامل ہیں۔

تیسرا اور آخری دن ۱۲ نومبر ۲۰۱۷ بروز اتوار: سنی دعوت اسلامی کا ۲۷واں سالانہ سنی اجتماع کا آخری دن اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین اور ذکر و دعا کے ساتھ بحسن وخوبی مکمل ہوگیا۔ پورا آزاد میدان فرزندان توحید سے بھر گیا تھا۔ نماز تہجد سے شروع ہوکر شب میں دس بجے تک چلے آخری روز کے اجتماع میں مختلف مقامی اور بیرونی علماو خطبانے بہترین خطابات کیے۔ آج کے اجتماع میں خاص بات یہ رہی کہ سنی دعوت اسلامی کے تحت چلنے والے ممبئی و مضافات کے اداروں سے فارغ ہونے والے قریب ۹۸ طلبہ کی دستار بندی کی گئی۔ طلبہ نے ان اداروں سے فضیلت، حفظ اور قراءت کا کورس مکمل کیا تھا۔ بعد نماز ظہر ختم بخاری شریف کی محفل منعقد ہوئی۔ ختم بخاری شریف کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر یوپی سے تشریف لائے حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی نے کرائی۔ بخاری شریف کی اہمیت و فضیلت بتاتے ہوئے انہوں نے فارغ ہونے والے طلبہ کو اخلاص اور تقوی اپنانے کی نصیحت کی۔ آپ نے ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا کہ جس طرح سلسلہ بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اسی طرح سلسلہ حدیث بھی نبی تک پہنچتا ہے۔ حدیث کی روشنی میں آپ نے بیان فرمایا کہ بروز قیامت اعمال کا وزن ہوگا پھر اس کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ آپ نے طلبہ کو اخلاص وللّٰہیت اپنانے کی تلقین فرمائی۔ نگراں سنی دعوت اسلامی مالیگاؤں مولانا سید امین القادری نے ''نوجوانوں کے مسائل اور ان کا حل'' کے موضوع پر عالمانہ خطاب کیا۔ انہوں کہا کہ آج کے نوجوان زیادہ تر اُسی کو دوست بناتے ہیں جس کے پیسہ ہو، جس کی سماجی حیثیت ہو حالاں کہ ایسے دوست گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ دوست ایسے تلاش کرو جن کے دل میں اللہ و رسول کی محبت ہو، جو تمہیں گناہوں کی طرف نہ لے جائیں۔ انہوں نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آج دنیا کے بڑے بڑے دانشور زنا کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں مگر زنا بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ دنیا آج بدنظری، فحاشی اور زناکاری سے پریشان ہے۔ یہ اس لیے ختم نہیں ہو رہی ہے کہ لوگوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ سید صاحب نے کہا کہ زناکاری اور فحاشی کا خاتمہ صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔

امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر علی نوری نے مختلف آیات کریمہ کی روشنی میں بتایا کہ معاشرے میں کیسے زندگی گزاری جائے۔ ''مسلمانوں کے اوصاف'' کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے سامعین کو یہ پیغام دیا کہ پڑھو اور پڑھاؤ، پڑھے لکھے کے پاس بیٹھو اور جو آپ میں تعلیم یافتہ ہے وہ ایک ہفتے میں کم از کم دو دن بے پڑھے لکھے شخص کو ضرور پڑھائے۔ دولت والوں سے انہوں نے کہا کہ پڑھائی لکھائی کے کاموں میں وہ اپنا سرمایہ لگائیں۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے یہ بھی کہا کہ اپنے محلوں اور علاقوں کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں، اس پر بھرپور توجہ دیں، فضول کاموں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ انہوں نے کہا کہ عفوو درگزر سے کام لیں اور دوسروں کی ضرورتیں پوری کرنے میں سبقت کریں اور شادی بیاہ کو آسان اور سادہ بنائیں۔ قران و حدیث میں خیر امت کا جو تصور دیا گیا ہے آپ نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی (ورلڈ اسلامک مشن لندن) نے کہا کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے، پیدائش لے کر موت تک اسلام نے سارے ہی گوشوں کا احاطہ کیا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر زندگی گزارنے کے لیے اسلام نے بھرپور رہ نمائی کی ہے۔ اسلام انسان سے یہی مطالبہ کرتا ہے کہ پیدائش سے لے کر موت تک اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور زندگی کو دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیاب بنایا جائے۔ اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے مفکر اسلام نے کہا کہ قرآن نے اسی لیے اعلان کیا کہ تم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کروگے اور خوش خبری بھی دی کہ تم ہی غالب رہوگے اگر تم اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے رہوگے۔ علامہ قمر الزماں اعظمی نے مسلمانوں کے موجودہ احوال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوی تو کرتے ہیں مگر ان کی اطاعت و اتباع نہیں کرتے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دعوی محبت کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کریں تو ہم یقیناً آج بھی دنیا کی قیادت کرسکتے ہیں۔

سوال وجواب کے سیشن میں محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی نے دورجدید کے بطن سے پیدا ہونے والے کئی اہم ترین سوالات کے جوابات دیے۔ایک سوال کیا گیا کہ کیا پے ٹی ایم کا استعمال کرنا جائز ہے؟اس کے جواب میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں اس میں جو چارجیز لگائے گئے ہیں وہ شہریوں کے لیے مشقت کا باعث بنتے ہیں۔اس ضمن میں مفتی صاحب قبلہ نے حکومت ہند سے گزارش کی کہ کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس میں شہریوں کے لیے آسانی ہوتا ہم پے ٹی ایم کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔مفتی صاحب سے جب کریڈٹ کارڈ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ بالکل جائز ہے لیکن اس مدت کے اندراندر پیسے کی ادائیگی ضروری ہے کہ انٹریسٹ نہ دینا پڑے۔ کیش لیس نظام کے تحت زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ کیش لیس نظام نافذ ہونے کے بعد اگر کوئی کسی فقیر کے بینک اکاؤنٹ میں زکوٰۃ کی نیت سے پیسے جمع کراتا ہے تو اندراج ہونے کے بعد اب اس پیسے پر فقیر کا قبضہ مانا جائے گا اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔میوچوئل فنڈ کے بارے میں مفتی صاحب کا کہنا تھا کہ یہ بھی شیئر بازار کی ہی طرح کا ایک سسٹم ہے۔اس میں پیسے جمع نہیں کرانا چاہیے کیوں کہ یہ بھی سود ہی کی ایک شکل ہے۔

آج آخری دن امیر سنی دعوت اسلامی نے بڑے پرسوز لہجے میں کھچاکھچ بھرے آزادمیدان میں سامعین کو اجتماعی دعا اور توبہ واستغفار کرائی اور امت مسلمہ،ملت اسلامیہ ہند،مسلمانوں کی داخلی کمزوریاں اور ملک کے امن وامان کے لیے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں کی گئیں،پورا میدان انسانی سروں سے کھچاکھچ بھرا ہوا تھا اور چاروں طرف سے آمین،آمین ثم آمین اور رونے اور گڑگڑانے کی آواز آرہی تھی ۔آج صبح کے سیشن میں بھی کئی معزز علما و مبلغین کے خطابات ہوئے ،حضرت مولانا قاری عبدالرشید مصباحی (خطیب وامام مینارہ مسجد ممبئی) نے ''صفائی وستھرائی کی اہمیت'' کے حوالے سے،مفتی محمد زبیر برکاتی مصباحی ''امام احمد رضا اور فکر آخرت'' کے عنوان پر جامع خطاب کیا اور مسلمانوں سے ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی۔جامعہ غوثیہ نجم العلوم،جامعہ حراماہا پولی کے طلبہ نے قراءت،نعت اور عربی زبان میں بیان پر مشتمل اپنا پروگرام پیش کیا۔الحاج قاری محمد رضوان خان صاحب نے انگلش میں بیان کیا جس میں آپ نے ایجوکیشن کی اہمیت پر توجہ دلائی ۔اجتماع میں ممبئی کے مدارس ومساجد کے کثیر علما وائمہ نے شرکت فرمائی۔آزاد میدان میں سہ روزہ اجتماع میں لاکھوں کی تعداد میں موجود شرکاء کے علاوہ آن لائن ایک لاکھ سے زائد افراد نے سنا۔

حسب سابق اجتماع کے منتظمین نے اس بار بھی حفاظتی بندوبست کے تحت خصوصی انتظامات کیے تھے،داخلی دروازوں پر ۳۰ رڈور فریم اور پورے میدان پر نظر رکھنے کے لیے ۴۲ سی سی ٹی وی کیمرے نصب کیے گئے تھے ،جب کہ پولیس عملہ کے علاوہ کم وبیش پندرہ سو والینٹئرس خدمات انجام دے رہے تھے۔وضوخانے ،بیت الخلاء،استنجاخانے ،خوردونوش کی دوکانیں اور مفت میڈیکل کیمپ وغیرہ حسب سابق موجود تھے۔

● ●

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی کو''شان اسلام ایوارڈ''

روحانی مرکز جمشید پور کی کمیٹی نے شہر کے مشہور، ڈاکٹرز، انجینئرز ،پروفیسرز، وعلمائے کرام چنندہ حضرات میں جناب حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی کا نام تجویز کیا اور ان کی دینی وسماجی، ملی اور اصلاحی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کو''شان اسلام ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔ حافظ محمد ہاشم صدیقی صاحب جمشید پور کے ایک متحرک وفعال سماجی خدمت گار،مخلص،سنجیدہ طبیعت داعی ومبلغ،زودنویس قلم کار کے طور پر پہچانے جاتے ہیں ملک وبیرون ملک کے رسائل وجرائد میں ان کے مضامین مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں جیسے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ماہ نامہ کنزالایمان دہلی،ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی ممبئی ، ماہ نامہ خضر راہ الہ آباد،ماہ نامہ الاعتقاد سری نگر، ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی،ماہ نامہ سنی دنیا بریلی،ماہنامہ حج میگزین ممبئی، ماہنامہ سدراہ چنئی اور ماہنامہ نورالحبیب پاکستان وغیرہ۔جمشید پور کی بہت سی مسجدوں میں جمعہ کی خطابت کرنا، نماز پڑھانا وہندوبیرون ہند کے اخبارات اور دنیا بھر کی ۲۳ ر بڑی ویب سائٹس جیسے جہانِ اردو، بصیرت آن لائین، اردو اسٹار نیوز، مضامین ڈاٹ کوم،سیدھی بات وغیرہ میں دینی،سماجی اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔عن قریب سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی کتاب''اسوہ رسول: چراغِ راہ'' شائع ہونے والی ہے۔ان کی قلمی اور عملی سرگرمی کو دیکھتے ہوئے انہیں''شان اسلام ایوارڈ'' سے نوازا گیا ہے۔

مرسل: حسن رضوی سابق ایم ایل اے، بانی روحانی مرکز

ن پور،پیلی بھیت،یوپی

دینی، دعوتی، تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیاں

از: ادارہ

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا چوبیسواں فقہی سمینار

۷/نومبر ۲۰۱۷ء، منگل بعد نماز مغرب مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کا سہ روزہ چوبیسواں فقہی سمینار اپنی تمام تر امتیازی شان کے ساتھ شروع ہوا، جس میں ہندستان بھر سے پچاس کے زائد محققین، فقہ وافتا کے ماہرین وارباب فکر وتدبر نے شرکت فرمائی۔ یہ فقہی سمینار برصغیر ہندو پاک کا نمائندہ اور قابل اعتماد سمینار مانا جاتا ہے اور اس کے متفقہ فیصلے قابل عمل ہوتے ہیں۔ اُمت مسلمہ کو پیش آنے والے لاینحل مسائل کا شافی حل تلاش کرنا اس کا مقصد ہے جس میں مجلس شرعی تقریباً ربع صدی سے کامیاب نظر آتی ہے۔ اس سال یہ سمینار چار نشستوں پر مشتمل تھا اور پانچ مسائل وموضوعات زیر بحث تھے: (۱) بینک گارنٹی لیٹر: شرعی نقطۂ نظر سے (۲) بینک اکاؤنٹ میں رقوم کا اندراج قبضہ ہے یا نہیں؟ (۳) ای کامرس اور آن لائن بین الاقوامی تجارت شرعی نقطۂ نظر سے (۴) میٹرل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ (۵) انتفاع کی شرط کے ساتھ دکان، مکان وغیرہ کا رہن شرعی نقطۂ نظر سے- یہ سمینار ۹/نومبر ۲۰۱۷ء بروز جمعرات کی دوپہر کو اختتام پذیر ہوا- سبھی نشستوں کی سرپرستی جامعہ کے سربراہ اعلیٰ علامہ عبدالحفیظ عزیزی، صدارت خیرالاذکیاء علامہ محمد احمد مصباحی [صدر مجلس شرعی] اور نظامت ناظم مجلس مفتی محمد نظام الدین رضوی نے فرمائی-

پہلی نشست کا آغاز قاری محمد تنویر رضا کی تلاوت اور حافظ غلام محمد، سری لنکا کی نعت پاک سے ہوا، اس نشست کی صدارت سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ وسرپرست مجلس شرعی فرما رہے تھے، آپ نے خطبہ استقبالیہ بھی پیش فرمایا اور تمام شرکا کا شکریہ ادا کیا، اس کے بعد صدر مجلس شرعی علامہ محمد احمد مصباحی نے خطبہ صدارت پیش فرمایا۔ اس کے بعد اس موضوع سے متعلق مقالات کی تلخیص پیش ہوئی اور پہلا موضوع بینک گارنٹی لیٹر: شرعی نقطہ نظر سے زیر بحث رہا، مندوبین سمینار نے بحث و مذاکرہ میں بھرپور حصہ داری نبھائی، ان کا دقیق مطالعہ، بھرپور مذاکرہ، آزادانہ اختلاف رائے اور متفقہ نتیجے پر پہنچنا لائق دید تھا۔

بدھ کی شب میں ایک انتہائی اہم مسئلہ ''بینک گارنٹی لیٹر: شرعی نقطہ نظر سے'' بحث ومذاکرہ کا موضوع رہا اور کئی گھنٹے کی مسلسل بحث وتمحیص کے بعد تقریباً گیارہ بجے شب میں شرکاے سمینار کے اتفاق رائے سے اس کا فیصلہ تحریر کر لیا گیا۔ کسی بڑی کمپنی سے خرید وفروخت یا کوئی بڑا ٹھیکہ لینے کے لیے تاجروں کو بینک گارنٹی لیٹر کی ضرورت پڑتی ہے، سوال یہ تھا کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس لیٹر کو بنیاد بنا کر کوئی سامان خریدنا یا ٹھیکہ لینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟، اس سلسلے میں بحث وتمحیص کے بعد مندوبین کرام کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ یہ ''عقد کفالت'' بلفظ دیگر ''عقد ضمانت'' ہے، جس میں درخواست دہندہ مکفول عنہ اور مطلوب ہوتا ہے، بینک کفیل ہوتا ہے اور مکفول لہ وہ شخص یا کمپنی ہوتی ہے جس سے بینک گارنٹی لیٹر رکھنے والا (بی جی ہولڈر) آئندہ معاملہ کرے گا۔ لیکن یہاں کفیل یعنی بینک بی جی ہولڈر سے ایک مقررہ فیس بھی وصول کرتا ہے جو عقد کفالہ کے مزاج کے خلاف ہے اس لیے یہ کفالہ فاسد ہوگا کیوں کہ وہ رقم یا تو رشوت ہے یا رِبا۔ اس کے جواب میں یہ اتفاق ہوا کہ بینک یہاں کفالہ کے ساتھ ضمناً اجارہ بھی کر رہا ہے اور وہ رقم وعوض سروس چارج کی شکل میں وصول کرتا ہے، اس لیے اسے عقد کفالہ مع اجارہ قرار دینے اور اس کے جواز پر مندوبین کا اتفاق ہوا- ۸/نومبر بروز بدھ صبح آٹھ تا ایک بجے کی نشست میں دو مسائل زیر بحث رہے: (۱) بینک اکاؤنٹ میں رقوم کا اندراج قبضہ ہے یا نہیں؟ (۲) ای کامرس اور آن لائن بین الاقوامی تجارت شرعی نقطہ نظر سے- سمینار کے شرکا کی آزادانہ بحثیں اور بغیر کسی دباؤ کے بحث میں حصہ داری لائق تحسین ہے اور یہ مجلس شرعی کا امتیاز ہے۔ صبح کی یہ نشست حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی چریاکوٹی کی صدارت میں مکمل ہوئی۔

فقہی سمینار کی تیسری نشست ۸/نومبر بعد نماز مغرب تلاوت قرآن کریم ونعت پاک سے شروع ہوئی جس کی صدارت رئیس التحریر علامہ یٰسین اختر مصباحی، دارالقلم دہلی نے فرمائی، اس نشست کی نظامت بھی ناظم مجلس شرعی مفتی محمد نظام الدین رضوی نے فرمائی۔ صبح کی نشست میں ''بینک اکاؤنٹ میں رقوم کا اندراج قبضہ ہے یا نہیں؟'' کا متفقہ فیصلہ

یہ آیا کہ بینک اکاؤنٹ میں رقوم کا اندراج نہ قبضۂ حقیقی ہے، نہ حکمی، نہ عرفی۔ اس لیے اصل مذہبِ حنفی کی بنیاد پر بینک اکاؤنٹ میں رقم کا اندراج قبضہ نہیں، لیکن حالاتِ زمانہ کے لحاظ سے اب مختلف معاملات میں یہ اندراج قبضہ مانا جاتا ہے، آن لائن کاروبار ہو یا قرض کی ادائگی کا نظام شروع ہو چکا ہے اور لوگ قبضہ اور ملکیت کے لیے یہ اندراج کافی سمجھتے ہیں، اس لیے رواجِ عام اور قانون و حاجتِ شرعی کی بنا پر استحساناً بینک اکاؤنٹ میں رقم کا اندراج ''قبض بالید'' کے قائم مقام ہو جائے گا۔ آن لائن کسی چیز کو خریدنے کے بعد اس میں تصرف مالکانہ پر قدرت مل جاتی ہے اس لیے یہاں مبیع ''حکماً مقبوض'' ہے اور ایسی بیع بھی جائز ہے۔ تیسری نشست میں دو موضوعات زیرِ بحث تھے: (۱) ای کامرس اور بین الاقوامی تجارت کا شرعی حکم (۲) انتفاع کی شرط کے ساتھ دکان، مکان وغیرہ کا رہن: شرعی نقطۂ نظر سے۔ ان دونوں مسائل پر گرما گرم بحثیں ہوئیں اور طویل مذاکراتی گفتگو کے بعد مندوبین کا متفقہ فیصلہ تحریر کر لیا گیا۔ اس کے مطابق ''محض کاروبار کو وسعت دینے کی غرض سے انتفاع کی شرط کے ساتھ قرض لینا، دینا سود ہے جو ناجائز و حرام ہے، لیکن مجبوری یا ضرورت کے پیشِ نظر محتاج کے لیے نفع کی شرط پر قرض لینا جائز ہے۔''

سمینار کی چوتھی اور آخری نشست کا آغاز ۹؍نومبر صبح ساڑھے آٹھ بجے قاری صداقت رضا کی تلاوت اور کمال احمد کی نعت پاک سے ہوا، یہ نشست خیر الاذکیاء علامہ محمد احمد مصباحی کی صدارت میں منعقد ہوئی اور اس میں ''میٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ'' جیسا ایک اہم موضوع زیرِ بحث رہا، تلخیص مولانا دستگیر عالم مصباحی نے پڑھ کر سنائی۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد بھی مندوبین کرام کسی نتیجے تک نہ پہنچ سکے اور ٹائم مکمل ہو گیا۔ اس نشست کی نظامت حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی، استاذ جامعہ شرفیہ نے فرمائی۔ مفتی محمد ناصر مصباحی نے منظور شدہ فیصلہ پڑھ کر سنایا۔ مفتی منظور احمد مصباحی سلطان پور، مفتی عبد المنان کلیمی مرادآبادی اور علامہ یٰسین اختر مصباحی دہلی نے اپنے گراں قدر تاثرات پیش کیے اور قوم و ملت کے پیچیدہ مسائل کے حل کے سلسلے میں مجلس شرعی کی خدمات کو سراہا۔ اخیر میں سرپرست مجلس شرعی حضرت علامہ عبد الحفیظ عزیزی دام ظلہ نے جملہ مندوبین و شرکا کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد صلاۃ و سلام اور علامہ محمد احمد مصباحی کی دعا پر سمینار کا اختتام ہوا۔

اس سمینار میں اساتذہ اشرفیہ کے علاوہ پچاس کے قریب مندوبین شریک تھے۔ اہم شرکا میں علامہ یٰسین اختر مصباحی، دہلی، مفتی عبد الرحیم کبری، راجستھان، مولانا عبد المبین نعمانی، چریا کوٹ، علامہ نصیر الدین عزیزی، سون بھدر، قاضی شہید عالم رضوی، بریلی شریف، مفتی عبد المنان کلیمی، مرادآباد، مفتی منظور احمد عزیزی، سلطان پور، مولانا محمد صلاح الدین، جمشید پور، مفتی ایاز مصباحی، پونہ، مفتی معین الدین، فیض آباد، مفتی انفاس الحسن چشتی، پھپھوند شریف، مفتی آل مصطفیٰ مصباحی، گھوسی، مفتی شہاب الدین اشرفی، کچھوچھہ شریف، مفتی شیر محمد مصباحی، لکھنؤ، مفتی ابرار احمد اعظمی، جلال پور، مولانا مسیح احمد قادری، بلرام پور، مفتی مبشر رضا ازہر، بھیونڈی، مفتی ابرار امجدی، بستی، مفتی الیاس مصباحی، بسکھاری، مولانا خالد ایوب مصباحی، راجستھان، مولانا عبد الغفار اعظمی، خیر آباد، مولانا عارف اللہ فیضی، محمد آباد، مولانا انور نظامی، ہزاری باغ، مفتی محمد صادق، مہراج گنج، مولانا رفیق عالم رضوی، بریلی شریف، مولانا محمد نظام الدین، جمداشاہی، مولانا محمد رضوان مصباحی، اکبر پور، مفتی محمد عابد مصباحی، جمشید پور، مولانا محمد عابد رضا، پونہ، مفتی صباح الدین ربانی، باندہ، وغیرہم۔ اساتذہ اشرفیہ میں مولانا احمد رضا مصباحی، مولانا صدر الوریٰ قادری، مفتی معراج القادری، مفتی بدر عالم مصباحی، مولانا ناظم علی مصباحی، مولانا مبارک حسین مصباحی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مفتی نسیم احمد مصباحی، مولانا نعیم الدین عزیزی، مولانا زاہد علی سلامی، مولانا اختر کمال قادری، مفتی محمود علی مشاہدی، مفتی محمد ناصر مصباحی، مولانا دستگیر عالم مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا حسیب اختر مصباحی، مولانا عرفان عالم مصباحی، مولانا محمد قاسم مصباحی، مولانا جنید احمد مصباحی، مولانا ازہر الاسلام ازہری، مولانا حبیب اللہ ازہری، مولانا عبد اللہ ازہری، مولانا محمد سعید مصباحی، مولانا محمد اشرف القادری، مولانا محمد محسن مصباحی، مولانا رقیب سنجر مصباحی، مولانا ارشاد احمد مصباحی، مولانا محمد ہارون مصباحی، مولانا عبد الرحمٰن مصباحی، مولانا اظہار النبی حسینی، مولانا رئیس اختر مصباحی، مولانا محمد ذیشان مصباحی، مولانا محمد رضوان مصباحی، مولانا شہروز عالم مصباحی، مولانا قاری احمد رضا مصباحی، مولانا محمد اسلم مصباحی، راقم توفیق احسن برکاتی، قاری نور الحق مصباحی، قاری ابوذر قادری، قاری عبد الرحمٰن مصباحی، قاری عبد القیوم مصباحی اور حافظ امین الدین مصباحی کے اسما قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ کثیر تعداد میں علما، مفتیان کرام و طلبہ عظام شریک سمینار رہے۔

(رپورٹ: مولانا توفیق احسن برکاتی، استاذ جامعہ اشرفیہ)

☆☆☆

''اسلامی شریعت اور مسلم مسائل'' پر جامعہ ہمدرد میں دوروزہ سیمینار

ہم پیغمبر انسانیت کے امتی ہیں، ہمارے نبی آخر الزماں علیہ الصلوۃ والسلام فطری مساوات کے پیامبر ہیں اور آپ کی تعلیمات فطری ہیں جو صالح انسانی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کی ضمانت ہیں، دنیا میں دو تین قسم کی حکومتیں آج موجود ہیں اور نبوی تعلیمات ہر طرح کی حکمرانی اور مملکت و بر اعظم کے لئے رہنما ہدایت ہیں لیکن ہم نے تعلیمات رسول سے غافل ہو کر اپنے کو ذلت میں ڈال رکھا ہے، البتہ آپ فخر کیجئے کہ آپ ایک انتہائی تاریخی اور مثالی جمہوری مملکت کے ہندوستانی شہری ہیں، جامعہ ہمدرد کنونشن سینٹر میں شعبہ علوم اسلامی کے زیر اہتمام دوروزہ قومی سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مہمان خصوصی ڈاکٹر ریاض کمال عباس سفیر شام برائے ہند نے مذکورہ خیالات کا اظہار کیا، خطیب خصوصی مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی نے اپنے کلیدی خطاب میں کہا کہ مجھے دانشوروں کی فہم وفراست اور تجربہ کار و جہاں دیدہ ہونے میں کوئی کلام نہیں اور کسی تبصرے کا ہرگز کوئی حق نہیں لیکن ایک بات ادب سے عرض ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو قانون الٰہی پر قیاس نہ کیا جائے اور قانون الٰہی کا قانون انسانی سے مقابلہ وموازنہ نہ کیا جائے، کیونکہ یہ عقل مندی نہیں، کج فہمی اور عقل گم رہی ہے، اس لئے ہم سب کو اپنے فہم وادراک کے مطابق اپنی علمی وتحقیقی اور فکری فن کاری کا مظاہرہ کرنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص سعودی عرب سے ہندوستان آیا جہاں رمضان کی انتیس تاریخ تھی تو اسے روزہ رکھنا چاہیے، اس لئے کہ قرآن کی تعلیم کا یہی تقاضا ہے لیکن یہ کہنا ہرگز دانشوری نہیں کہ اس کے تیس روزے مکمل ہو چکے، اس لئے اب وہ روزہ کیوں رکھے گا؟ ڈاکٹر محمد احمد نعیمی نے قرآن کریم کی تلاوت سے افتتاحی تقریب کا آغاز کیا، سیمینار کے ڈائریکٹر پروفیسر غلام یحیٰ انجم مصباحی صدر شعبہ علوم اسلامی جامعہ ہمدرد نے سبھی مہمانوں کا تعارف پیش کرتے ہوئے خیر مقدم کیا اور جامعہ ہمدرد کے وائس چانسلر پروفیسر سید احتشام حسنین صاحب نے شال اور گلدستوں سے مہمانوں کا استقبال کیا، مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی نے کہا کہ یہ فقہی سیمینار جامعہ ہمدرد میں اس لئے ضروری ہے تاکہ شعبہ علوم اسلامی کے طلبہ ومحققین بھی مفتیان کرام سے رہنمائی حاصل کرسکیں اور قریب سے دیکھ سکیں کہ مفتیان کرام کیسے بحث و مذاکرہ کرتے ہیں، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران کے نمائندے ڈاکٹر رضا صالح انصاری نے کہا کہ فقہی سیمینار کا یہ موضوع نہایت وسیع اثرات کا حامل ہیں، اس لئے یہ اقدام انتہائی قابل تعریف وتحسین ہے، اگر جامعہ ہمدرد کے ارباب اختیار چاہیں تو ہم اسے وسیع پیمانے پر کر سکتے ہیں، ہم صرف یہ ضرور کہیں گے کہ حلال محمد ہمیشہ حلال اور حرام محمد تا قیامت حرام رہے گا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، اس لئے ہمیں ایسے امور ومسائل میں عقل کے بے لگام گھوڑے نہیں دوڑ نا چاہیے، پرو وائس چانسلر پروفیسر احمد کمال نے کہا کہ فقہی باریکیوں سے ناواقف حضرات کو ٹی وی کے فقہی مذاکرات میں شریک نہیں ہونا چاہیے جب کہ صدر اجلاس سید احتشام حسنین صاحب نے کہا کہ فقہی سیمینار کا یہ موضوع جامعہ ہمدرد کے لئے نہایت موزوں ہے، اس لئے کہ انسانی سماج کی حفظانی اور تعلیمی رہنمائی کے ساتھ دینی مذہبی رہنمائی بھی فطری ہمدردی ہے اور جامعہ ہمدرد کا یہی مقصد ہے، ہم اپنے مسلم سماج کے نوجوانوں اور عوام وخواص سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ کسی مسئلے پر فیس بک پر بحث ومذاکرہ نہ کریں، وہ اپنی بات کہنے کا ایک برقی میڈیم ہے، نہ کہ خالص فقہی شرعی مسائل پر بحث و مذاکرہ بلکہ تکرار کا مقام نہیں، اخیر میں مہمانان گرامی نے پروفیسر غلام یحیٰ انجم مصباحی صاحب کی تازہ ترین کتاب ''قرآنی کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ'' اور شعبہ علوم اسلامی جامعہ ہمدرد کے لکچرر ڈاکٹر محمد احمد نعیمی کی کتاب ''ہندو مذہب اور اسلام، ایک تقابلی جائزہ'' کی رونمائی کی اور مبارکبادپیش کیا، نظامت کے فرائض ڈاکٹر آبروامان اندرابی نے انجام دیے اور ہدیہ تشکر سمیہ احمد نے پیش کیا، سیمینار کا پہلا باضابطہ سیشن آرکائیو ہال میں شروع ہوا جس کی صدارت شاہ محمد تقی الدین منیری نے کی اور سید فضل اللہ چشتی نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔

دوسرے دن ڈاکٹر اسماء زہرا نمایندہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (حیدرآباد) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ طلاق کو میڈیا نے غلط طریقے سے اور ظلم وتشدد بنا کر پیش کیا ہے اور ہم نے اپنی لاعلمی اور دین سے دوری کی وجہ سے خود ہی اپنے دین کے معاملے میں غلط فہمیاں پال لی ہیں، ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اگر طلاق ظلم وتشدد ہے تو ظالم بھی ہمارے ہیں اور مظلوم بھی ہمارے ہیں لیکن خوش قسمتی یہ ہے کہ ہمارے نبی نے ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرنے کی تعلیم دی ہے تو پھر ہمیں اس پر عمل کر کے اپنے سماج کے ان ظالموں اور مظلوموں کی مدد کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر سمیہ احمد نے نظامت کی اور ڈاکٹر صفیہ عامر جامعہ ہمدرد نے صدارت کے فرائض انجام دیے، ڈاکٹر آبروامان اندرابی، ڈاکٹر ناظمہ عزیز وسارہ ذیشان حیدرآباد نے مقالات پیش کیا، سیمینار کے دوسرے سیشن کی صدارت شاہ تقی الدین منیری اور نظامت کے فرائض سید فضل الرحمٰن نے

انجام دیے جب کہ ڈاکٹر عبیداللہ فہد، مفتی عتیق احمد بستوی اور مفتی فہیم اختر ندوی نے مقالے پیش کیے، دوسرے سیشن کی نظامت ڈاکٹر محمد احمد نعیمی اور صدارت کے فرائض ڈاکٹر عبیداللہ فہد علی گڑھ نے انجام دیے جب کہ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی قصبہ گھوسی، مفتی رضاءالحق اشرفی مصباحی کچھوچھہ اور مفتی نظام الدین مصباحی (علیمیہ جمدا شاہی) نے مقالات پیش کیے، ان دونوں سیشن میں مندوبین سے حاضرین نے دل کھول کر سوال کیے لیکن سب سے زیادہ سوالوں کا سامنا ڈاکٹر اسماء زہرا نے کیا، اس کے بعد کے سیشن کی نظامت محمد ظفرالدین برکاتی اور صدارت کے فرائض مفتی رضاء الحق اشرفی نے انجام دیے جب کہ پروفیسر نسیم احمد شاہ کشمیر یونیورسٹی، مفتی امجد رضا قادری ادارہ شرعیہ پٹنہ اور سید فضل الرحمٰن چشتی نے اپنے مقالات پیش کیے اور سوالوں کے جواب دیے، اس سیشن میں پروفیسر غلام یحیٰ انجم مصباحی صدر شعبہ نے ''حجۃ الاسلام نمبر'' اور ''تنقید برمحل'' کی رونمائی کی، اور آخری سیشن میں ڈاکٹر محمد احمد نعیمی اور مولانا صغیر اختر مصباحی نے پیپر کو پڑھا، جب کہ الوداعی تقریب میں سبھی مندوبین نے اپنی اپنی رائے پیش کی اور پیش کیے گئے مقالات کو جلد ہی کتابی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کیا، جس میں بحیثیت مبصر وصدر جامعہ ہمدرد کے پرو وائس چانسلر پروفیسر احمد کمال صاحب موجود رہے، انہوں نے کہا کہ ہم بڑی فراخ دلی سے اعتراف کرتے ہیں کہ ایسی علمی اور فقہی مجلسوں میں شرکت سے ہماری معلومات میں بے تحاشہ اضافہ ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ عنوان ہماری عملی زندگی کا حصہ نہیں، پھر انہوں نے سبھی مندوبین کو سرٹفکیٹ اور تحائف پیش پیش کیے، پھر قومی فقہی سیمینار کے ڈائریکٹر پروفیسر غلام یحیٰ انجم مصباحی صدر شعبہ علوم اسلامی جامعہ ہمدرد نے کلمات تشکر پیش کیے اور مندوبین کے ساتھ جامعہ ہمدرد کی انتظامیہ اور شعبہ کے اساتذہ وطلبہ وطالبات، محققین اور صحافیوں کا شکریہ ادا کیا جب کہ مفتیہ ناظمہ عزیز مومناتی، مفتی رضاءالحق صاحب، عارف رضا اشفاقی میوات وغیرہ نے اپنے خیالات رکھے، ڈپارٹمنٹ کے استاذ ڈاکٹر ارشد صاحب، دفتر انچارج سیف الدین صاحب اور سیمینار لائبریری کے انچارج محمد شہاب الدین صاحب نے سیمینار کی کامیابی کے لیے بھرپور تعاون کیا، میڈیا انچارج کی ذمے داری محمد ظفرالدین برکاتی نے نبھائی۔

رپورٹ: مولانا ظفرالدین برکاتی، مدیر ماہنامہ کنزالایمان، دہلی

☆☆☆

بارہویں شریف کے موقع پر سنی دعوت اسلامی نے ممبئی اور مضافات میں تحفے تقسیم کیے

بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں تبلیغ ودعوت اور تعلیم وتربیت کا کام کرنے والی تحریک سنی دعوت اسلامی نے شہر کے مختلف مقامات پر پھل، شیرینی، تحفے، چادریں، گلاب کے پھول اور گفٹ پیش کیے۔ سنی دعوت اسلامی کے ارکان نے امسال مختلف مقامات پر صفائی ستھرائی کی بھی مہم چلائی جس کا مقصد برادران وطن کو یہ پیغام دینا تھا کہ اسلام صفائی اور پاکیزگی کا دین ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے۔ یہ سارا کام امیر سنی دعوت اسلامی کی قیادت میں ہوا ہے۔ یہ تحائف شہر ومضافات کی اہم اہم جگہوں مثلاً ایئرپورٹ، شاہ راہوں، اسپتالوں اور اسٹیشنوں وغیرہ پر شہریوں میں تقسیم کیے گئے تھے۔ سنی دعوت اسلامی کی جانب سے اس کے لیے ساری تیاریاں کر لی گئی تھیں۔ شہریوں کو بارہویں شریف کی مبارک بادی کا ایک خصوصی کارڈ بھی تقسیم کیا گیا تھا جس میں حضور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی چند جھلکیاں درج کی گئی تھیں تاکہ برادران وطن ان کے مطالعے سے سیرت نبوی سے واقف ہوسکیں اور اپنی غلط فہمیاں ختم کر سکیں۔ ملحوظ رہے کہ ممبئی ومضافات، نوی ممبئی اور بھیونڈی کے جن علاقوں میں یہ تحائف تقسیم کیے گئے ان کے نام اس طرح ہیں۔ انٹرنیشنل ائر پورٹ، ڈومیسٹک ایئرپورٹ، میونسپل کے مختلف اسپتال، کالسیکر پرائم اسپتال ممبرا، حبیب اسپتال ممبئی، گھاٹ کوپر میٹرو ریلوے اسٹیشن، نیرول سی ووڈ ریلوے اسٹیشن، نیرول نوی ممبئی این آر آئی پولیس اسٹیشن، وکرولی ریلوے اسٹیشن، کانجور مارگ ریلوے اسٹیشن، ملاڈ ریلوے اسٹیشن، ملاڈ پولیس اسٹیشن، میرا روڈ ریلوے اسٹیشن، وسئی ریلوے اسٹیشن، سانتا کروز ریلوے اسٹیشن، ملنڈ پولیس اسٹیشن، وکرولی پولیس اسپتال، بھانڈوپ پولیس اسپتال، گورے گاؤں پولیس اسٹیشن، جوگیشوری پولیس اسٹیشن، اندھیری ہائی وے، انٹاپ ہل پولیس اسٹیشن، وڈالا ریلوے اسٹیشن۔ ان مقامات پر دیگر تحائف کے ساتھ ساتھ امیر سنی دعوت اسلامی کی سیرت نبوی پر لکھی گئی کتابیں بھی تحفے میں دی گئی تھیں۔ بارہویں شریف کی شب یعنی جمعہ کا دن گزار کر بعد عشا سنی دعوت اسلامی کے مرکز اسماعیل حبیب مسجد میں بچوں میں عشق رسول کی جوت جگانے کے لیے نعتیہ مقابلہ بھی منعقد کیا تھا جس میں درجنوں طلبہ نے حصہ لیا اور انہیں ایوارڈ

سے نوازا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت حضرت مولانا محمد شاکر نوری صاحب کا ایمان افروز خطاب بھی ہوا۔سنی دعوت اسلامی کی جانب سے شہر ومضافات میں مختلف مقامات پر مجالس کا بھی سلسلہ جاری رہا جہاں سنی دعوت اسلامی کے خطباو مبلغین اپنے اپنے طور پر سامعین کی فکری وعملی تربیت کرنے میں مصروف رہے۔مولانا محمد شاکر نوری صاحب گزشتہ کئی برسوں سے باندرہ سے نکلنے میں والے جلوس عید میلا دالنبی کی قیادت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

(رپورٹ: جاوید قریشی، مرکزی دفتر ایس ڈی آئی)

●●

کرافورڈ مارکیٹ ممبئی میں مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کا خطاب

۱۸ نومبر بروز جمعہ بعد نماز عشا نا گ دیوی اسٹریٹ کرافورڈ مارکیٹ میں گلوبل کمیٹی کی جانب سے چھٹی اصلاح معاشرہ کانفرنس معین المشائخ حضرت معین میاں الاشرفی الجیلانی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ قاری شمس تبریز نظامی صاحب کی تلاوت سے آغاز ہوا جب کہ نظامت مولانا مفتی منظور احمد نے فرمائی۔علامہ قمر الزماں اعظمی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اسلام طہارت ونظافت کا مذہب ہے، اسلام میں صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، یعنی جہاں اسلام ہوگا وہاں صفائی ضرور ہونی چاہیے لیکن افسوس کہ آج ہمارے محلوں میں جتنی گندگی پائی جاتی ہے غیروں کے محلے میں نہیں پائی جاتی۔آپ نے کہا کہ اُمت مسلمہ کے لیے پوری روے زمین کو سجدہ گاہ بنادیا گیا ہے، جس کے کئی مفہوم ہیں۔ایک مفہوم یہ ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اور وقت نماز ہو جائے تو اسے مسجد تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جہاں بھی ہو وہاں نماز پڑھ لے۔ دوسرا یہ کہ اسلام میں زمین کو سجدہ گاہ کا درجہ حاصل ہے جس طرح مسلمان مسجد میں چوری،قتل وغارت گری اور ہر قسم کی برائی سے دور رہتا ہے اسی طرح پوری روے زمین پر ان غلط کاموں کے ارتکاب سے بچے۔آپ نے علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام تعلیم وتعلم کا مذہب ہے، ہم میں سے جو پڑھے لکھے ہیں وہ اپنے علم کی زکوۃ نکالیں، اہل ثروت غریب بچوں کی تعلیمی کفالت کریں، اساتذہ کچھ بچوں کو مفت ٹیوشن دیں، ہماری یہ کوشش ہو کہ ہمارے معاشرے کا کوئی بھی فرد جاہل نہیں رہنا چاہیے۔آپ نے فرمایا کہ ملک کے باوقار عہدوں پر جب تک مسلمان فائز نہیں ہوں گے ذلت ورسوائی اور تباہی وبربادی کا شکار ہوتے رہیں گے، اہم مناصب پر ہماری نمائندگی پہلے زیادہ تھی اب نمائندگی بہت کم بلکہ نا قابل بیان ہو چکی ہے۔ہمارے بچوں کو سول سروسز کے امتحانات میں بڑی تعداد میں بیٹھنا چاہیے۔

امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری نے ''معاشرہ کیسے مستحکم ہو؟'' کے عنوان پر تفصیلی خطاب میں فرمایا کہ بہترین معاشرے کی تشکیل کے لیے چار بنیادی اصولوں پر اگر عمل کر لیا جائے تو ہمارا معاشرہ انتشار واختلاف سے بچ سکتا ہے۔آپ نے کہا کہ آقاے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اتحاد واتفاق کے داعی تھے، وہ جوڑنے کے لیے آئے تھے۔انھوں نے بندوں کو بندوں سے جوڑا، خاندان کو خاندان سے جوڑا، قبیلوں کو قبیلوں سے جوڑا بلکہ بندوں کو خداے عز وجل سے جوڑا۔رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت میں اختلاف بالکل پسند نہیں تھا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہمیشہ ایک دوسرے سے جڑے رہنے کی تعلیم دی جس کے نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آ گیا جو شیشہ پلائی دیوار کی طرح تھا۔پھر یہ معاشرہ کسی ایک قوم، ملک یا خاندان تک محدود نہیں رہا بلکہ آفاقی ہو گیا۔شرق سے لے کر غرب اور شمال سے لے کر جنوب تک جہاں کہیں بھی مسلمان بستے تھے سب کو وحدت کے رشتے سے منسلک کر دیا اور ایک نہ ٹوٹنے والی لڑی میں پرو دیا۔آپ نے آیت کریمہ کی روشنی میں فرمایا کہ معاف کر دینے، امر بالمعروف کرنے اور جاہلوں سے اعراض کرنے پر معاشرہ مستحکم ہوتا ہے۔معاف کر دینا اللہ ورسول کی نظر میں نہایت پسندیدہ عمل ہے، معاف کر دینے والا بزدل نہیں ہوتا بلکہ بہادر ہوتا ہے، معاف کرنے سے انسان کا مقام بڑھ جاتا ہے اور معاف نہ کرنے والے کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ جو انسانوں کو معاف نہ کرے وہ بروز قیامت میرے حوض پر نہ آئے۔معاف کر دینے والے کے لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ایک مکان کی ضمانت لی ہے۔امیر سنی دعوت اسلامی نے قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت پر مغز خطاب میں کہا کہ اگر ساس بہو کی غلطیوں کو اور بہو ساس کی غلطیوں کو معاف کر دے، شوہر بیوی کی غلطیوں کو اور بیوی شوہر کی غلطیوں نظر انداز کر دے، بھائی اپنی بہن کی غلطیوں کو معاف کر دے اور بہن بھائی کی خطاؤں کو معاف کر دیا کرے تو معاشرے میں لڑائی جھگڑا اور انتشار واختلاف کی نوبت ہی نہ آئے۔صلوۃ وسلام اور معین المشائخ حضرت معین میاں کی دعاوں پر اس پروگرام کا اختتام عمل میں آیا۔**(رپورٹ: مولانا مظہر حسین علیمی)**

●●

منظومات

نتیجۂ فکر: مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی

رستہ ہدایتوں کا چلاتے ہیں غوث پاک

عشقِ نبی کے جام پلاتے ہیں غوث پاک
دیوانہ مصطفیٰ کا بناتے ہیں غوث پاک

رائی کے مثل دیکھ کے سارے جہان کو
رب کی عطا سے غیب بتاتے ہیں غوث پاک

حاصل ہے مصطفیٰ کے خزانوں کا اختیار
سب پہ نبی کا فیض لٹاتے ہیں غوث پاک

شانِ ولایت ایسی ، کہ ڈوبی ہوئی برات
بارہ برس کے بعد ترِاتے ہیں غوث پاک

ٹھوکر لگا کے بولے کہ اُٹھ میرے حکم سے
مُردے کو اِس طرح سے جلاتے ہیں غوث پاک

کھاتے ہیں مرغ ، اور اُنہی ہڈیوں سے پھر
دستِ کرم سے مرغ بناتے ہیں غوث پاک

دعوت تھی ایک وقت میں ستّر مقام پر
اک ساتھ ہر مقام پہ جاتے ہیں غوث پاک

مرہم مسرتوں کا ہے اُس دستِ پاک میں
داغِ غمِ حیات مٹاتے ہیں غوث پاک

روشن ہے اُن کی یاد سے جس دل کی انجمن
اُس کو ہر اِک بلا سے بچاتے ہیں غوث پاک

بہکا سکے گا کوئی نہ اُن کے مرید کو
رستہ ہدایتوں کا چلاتے ہیں غوث پاک

جو اُن کے در پہ آ گیا ، خالی نہیں گیا
ابدال چور کو بھی بناتے ہیں غوث پاک

یا غوث کہہ کے جس نے بھی آواز دی اُنہیں
اُس کی مدد کے واسطے آتے ہیں غوث پاک

پھنستی ہے بحرِ غم میں جہاں زندگی کی ناؤ
اُس کو **فریدی** پار لگاتے ہیں غوث پاک

مرے گھر غوث کے آنے کی برکت یاد آتی ہے

شہِ بغداد کی ہم کو عنایت یاد آتی ہے
رئیس الاولیاء کی شان و شوکت یاد آتی ہے

بسے ہیں اُن کی ذاتِ پاک میں حسنین کے جلوے
اُنھیں دیکھو تو شہزادوں کی صورت یاد آتی ہے

تجلی آج بھی مِلتی ہے اُس کردار سے ہم کو
نبی کے لاڈلے بیٹے کی سیرت یاد آتی ہے

صحابی تابعی کے بعد ہر رتبہ اُنھیں حاصل
مچل جاتا ہے دل جب اُن کی عظمت یاد آتی ہے

ولی جو پہلے آئے ہیں ولی جو بعد میں ہوں گے
سبھی ولیوں میں حضرت کی فضیلت یاد آتی ہے

جلایا آپ نے مُردوں کو لفظِ قُم بِاِذنی سے
ہمیں مُردے جلانے کی کرامت یاد آتی ہے

وہ جب چاہیں، جہاں چاہیں پہنچ جاتے ہیں لمحوں میں
گئے ستّر کے گھر ، ہم کو وہ دعوت یاد آتی ہے

جمال ایسا کہ حسنِ مصطفیٰ کی دید ہو جائے
جلال ایسا کہ فاروقی عدالت یاد آتی ہے

وہ اپنے وقت کے صدیق اکبر ہیں صداقت میں
نڈر ایسے کہ حیدر کی شجاعت یاد آتی ہے

کرم ایسا کہ دے دیں چور کو اَبدال کا منصب
عطا ایسی کہ عثماں کی سخاوت یاد آتی ہے

مُریدی لا تخف کہہ کر کیا بے خوف اپنوں کو
عَزُومٌ قاتِلٌ سے اُن کی نصرت یاد آتی ہے

چمک اُٹھے در و دیوار سارا گھر مہک اُٹھا
مرے گھر غوث کے آنے کی برکت یاد آتی ہے

ٹپکتی ہے **فریدی** کے قلم سے غوث کی اُلفت
مَیں اُن کا نام لیتا ہوں محبت یاد آتی ہے